تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۵ جون ۱۹۹۹ء

سالانہ ۱۳۰ روپے

فی شمارہ ۶ روپے

محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم

آج انسانوں کا کون سا طبقہ ہے، جس پر آپ کا براہِ راست یا بالواسطہ احسان نہیں؟ کیا مردوں پر آپؐ کا احسان نہیں؟ کہ آپ نے ان کو مردانگی اور آدمیت کی تعلیم دی، کیا عورتوں پر آپؐ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق بتلائے اور ان کے لئے ہدایتیں اور وصیتیں فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" کیا کمزوروں پر آپؐ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کی حمایت کی اور فرمایا کہ "مظلوم کی بددعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں" خدا کا کہنا ہے کہ میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں" کیا طاقتوروں اور حکمرانوں پر آپؐ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق و فرائض بھی بتلائے، اور حدود بھی بتلائے اور انصاف کرنے والوں اور خدا سے ڈرنے والوں کو بشارت سنائی کہ بادشاہ منصف رحمت کے سایہ میں ہوگا، کیا تاجروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے تجارت کی فضیلت اور اس پیشہ کی شرافت بتلائی اور خود تجارت کر کے اس گروہ کی عزت بڑھائی، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ امین اور راست گفتار اور دیانت دار تاجر جنت میں قریب قریب ہوں گے، کیا آپ کا مزدوروں پر احسان نہیں کہ آپ نے تاکید فرمائی کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو، کیا جانوروں تک پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ مخلوق جو جگر رکھتی ہے، اور جس میں احساس و زندگی ہے، اس کو آرام پہونچانا اور کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے، ہماری آپ کی دنیا میں حکما، وفلاسفہ بھی آئے ادبا، و شعرا بھی، فاتح و کشور کشا بھی، سیاسی قائد اور قومی رہنما بھی، موجدین و مکتشفین (سائنٹسٹ) بھی، مگر کس کے آنے سے دنیا میں وہ بہار آئی، جو پیغمبروں کے آنے سے پھر ہے آخر سے بڑے پیغمبر محمد رسول اللہ کے آنے سے آئی، کون اپنے ساتھ وہ شادابی وہ برکتیں، وہ رحمتیں نوعِ انسانی کے لئے وہ دولتیں اور انسانیت کے لئے وہ نعمتیں لے کر آیا جو محمد رسول اللہ لے کر آئے، جو دہ سو برس کی انسانی تاریخ پورے وثوق کے ساتھ آپ کو خطاب کر کے کہتی ہے ؎

سرسبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو — ٹھیرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
(کاروان مدینہ ۶)

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India) Rs 6

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

IZHAR AHMAD & SONS
Perfumers
CHOWK, LUCKNOW-3

SHOP. 255257
RES. 268898

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ دساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-8 60
فوٹو کرومک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی بادر و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

منو کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹنے جلنے کی مشہور دوا

(انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

تعمیرِ حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

پندرہ روزہ

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (۳۶)

شمارہ نمبر (۱۶)

۲۵ جون ۱۹۹۹ء ـــــ مطابق ـــــ ۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

زیر نگرانی

- مولانا قاضی معین اللہ ندوی صاحب
- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب
- مولانا عبد اللہ عباس ندوی صاحب
- پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مجلس ادارت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ ـــــ ۱۳۰/= روپے

فی شمارہ ـــــ ۶/= روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک ـــــ ایشیائی یورپی، افریقی وامریکی ممالک

بیرونی ممالک بحری ڈاک ۳۰ ڈالر ـــــ بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷ یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (منیجر)

پرنٹر وناشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت

تعلیم وتربیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم افراد کے فرق ومزاج کا خیال فرماتے تھے

شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ ـــ ترجمہ:- شمس الحق ندوی

(۴)

ابو یعلی خشم (قبیلہ) کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا کہ "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چند صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا، کیا تمہیں وہ شخص ہو جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ تم اللہ کے رسول ہو؟ آپ نے جواب دیا ہاں، وہ شخص کہتا ہے پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول، اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان، وہ شخص کہتا ہے میں نے پھر کہا اللہ کے رسول اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا صلہ رحمی (یعنی رشتوں کا جوڑنا) پھر راوی نے سوال کیا اللہ کے رسول، اس کے بعد کون سا عمل؟ تو آپ نے فرمایا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

راوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد پھر میں نے کہا: اللہ کے رسول! اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ کون سا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا، راوی نے کہا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کے بعد کون سا عمل سب سے زیادہ اللہ کو ناپسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رشتوں کا توڑنا، راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اور اس کے بعد؟ تو حضورؐ نے فرمایا: برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے روکنا۔

اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں، جن میں افضل اور محبوب اعمال کو بیان کرنے میں آپ کے جوابات مختلف ہیں اور اختلاف کرنے کا سبب سوال کرنے والوں کے ذاتی حالات کی رعایت ہے کہ ہر ایک کے حالات الگ ہوتے ہیں ایسے ہی سوالات کے اوقات، قوموں قبیلوں کے الگ الگ حالات کا خیال بھی ملحوظ ہوتا ہے، آپ نے ہر ایک کو اس کے مناسب حال جواب دیا، یا اسلام کی جو ضروری باتیں اس کو نہیں معلوم تھیں ان کو بتایا، یا وہ بات بتائی جس کی اس کو طلب تھی یا اس کے لئے مناسب تھی، یا پھر سائل کو وہ بات بتائی جو اس کے سوال کے وقت دوسرے کے مقابلہ میں اس کے لئے زیادہ موزوں تھی یا پھر سوال کرنے والے کے سوال کے وقت دوسرے کے مقابلہ میں اس کے لئے جو چیز ضروری ہے اس کو افضل واحب بتایا ابتدائے اسلام میں جہاد سب سے افضل عمل تھا کہ اسلام پر قائم رہنے اور اس کے مستحکم ہونے کے لئے یہی ضروری تھا، ایسی بہت سی دلیلیں ہیں کہ نماز صدقہ سے افضل عمل ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص پریشانی کے عالم میں ہو تو صدقہ زیادہ بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رہنما استاد اور دانا دبینا رہبر تھے ہر شخص کو اس کی ضرورت وصلاحیت کے مطابق سمجھا دیتے تھے،

رحمۃ للعالمین کون؟

مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے اہل عالم کی بہبود وسود، رفاہ وفلاح، خیر وصلاح، عروج وارتقاء، صفا وبہا کے لئے بلا شائبۂ غرض اور آمیزش طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔

جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو جس نے الٰہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو، جس نے دل کو پاک روح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو، جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔ جو غریبی وامیری، جوانی وپیری، امن وجنگ، امید اور ترنگ، گدائی وبادشاہی، مستی وپارسائی، رنج وراحت، حزن ومسرت کے ہر درجہ، ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔

جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔ جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو خوانی سکھائی ہو۔

جس نے خشک بیدانوں میں علم ومعرفت کے دریا بہائے ہوں، جس نے سنگ لاخ زمینوں سے کتاب وحکمت کے چشمے جلائے ہوں جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا درس نہیں بنایا ہو جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند ٹھہرایا ہو۔ وہ غریب کا محب، مسکین کا ساتھی، شاہوں کا تاج، آقاؤں کا آقا، غلاموں کا محسن، یتیموں کا سہارا، بے آسروں کا آسرا، بے خانمانوں کا وادی، دردمندوں کی دوا، چارہ گروں کا دردمند، بے سواد کا حامی، اخوت کا بانی، محبت کا جوہری، اخلاص کا مشتری، صدق کا منبع، صبر کا معدن، خاکساری کا نمونہ، رحمت ربانی کا پتلا، اولین انسان، آخرین رسولؐ، اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا۔

(از: رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۲۱۵)

اِس شمارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۲
۲	تبلیغی اجتماع (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	مسلمانوں کی شانِ امتیازی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۷
۴	انسانی زندگی	مولانا سید محمد واضح رشید ندوی	۱۲
۵	پیغمبر اسلام اور تلوار	ڈاکٹر محمد آصف قدوائی	۱۴
۶	ایک خاتون کا قبولِ اسلام	مسعود حسن حسنی	۱۸
۷	مسلم دنیا.....	نیوز فیچر	۲۰
۸	اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا	محمد احمد ندوی	۲۲
۹	مکتوب دبئی	----	۲۳
۱۰	قرآنی افادات	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۴
۱۱	سوال وجواب	مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۷
۱۲	سفرنامہ اردن دمشام	پروفیسر محمد ابتبا ندوی	۲۸

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.)
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

شمس الحق ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تین روزہ تبلیغی اجتماع

۱۲، ۱۳، ۱۴ جون ۱۹۹۹ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تبلیغی اجتماع تھا جس میں خاص طور پر یوپی بھر کے پرانے کارکنوں کو بلایا گیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے اس مبارک کام کو ایسی قبولیت بخشی ہے کہ اجتماع کے نام سے عوام بھی کھنچے چلے آتے ہیں اس لئے یہ اجتماع بھی ایک عوامی اجتماع بن گیا تھا اور پورے یوپی سے لوگ جمع ہوگئے تھے، اس کام کا مرکزی اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنا وقت اور مال لگا کر آتا ہے اور پھر بڑی تعداد میں لوگ اپنے ہی خرچ سے حسب توفیق چالیس دن یا چار مہینہ کے لئے اپنی اصلاح اور دین سیکھنے سکھانے اور دینی دعوت کی صدا لگانے کے لئے نکل جاتے ہیں۔

اجتماع گاہ کے انتظام کے سلسلہ کا کام مختلف اضلاع کے لوگ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں اور نہایت خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی کے ساتھ پورے انتظامات کرتے ہیں اور ہر طبقہ کے لوگ اپنی اپنی صلاحیت کار کے اعتبار سے خود کام میں لگ جاتے ہیں اور اسلامی زندگی کا ایک حسین منظر سامنے آتا ہے چنانچہ دو ہفتہ پہلے سے مختلف اضلاع کے حضرات آگئے تھے اور اپنے اپنے کام میں مصروف ہوگئے تھے۔ یہ گرمی کی شدت کا زمانہ تھا اور دارالعلوم میں چھٹی تھی، منتظمین نے روشنی اور پانی کا ایسا معقول انتظام کیا تھا کہ آدمی جدھر سے گذرے وضو اور پینے کا پانی مل جائے، اتنے بڑے مجمع کے لئے جو ایک لاکھ کے قریب تھا تین دن کے لئے انتظام پوری معقولیت کے ساتھ تمام ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے کرنا کچھ آسان کام نہیں لیکن کارکنوں کے اخلاص کی برکت سے سارے انتظامات بلا کسی شور وہنگامہ کے ہوجاتے ہیں آنے والے بھی اپنے کو مہمان سمجھ کر نہیں بلکہ دین سیکھنے کے جذبے آتے ہیں اس لئے کسی کو کوئی شکایت نہیں ہوتی، جس کو جہاں جگہ دے دی جاتی ہے خوشی خوشی وہیں ٹھہر جاتا ہے، دارالعلوم کے تمام بڑے ہال کئی دارالاقامے خصوصی کارکنوں یا کام میں لگے ہوئے حضرات کے لئے خالی کردیئے گئے تھے، جو مہمانوں سے بھرے ہوئے تھے اور انھیں ہالوں میں خصوصی پروگرام ہوتے تھے۔

دارالعلوم کے وسیع میدان میں شامیانے سمت قبلہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس طرح لگائے گئے تھے کہ پورا میدان شامیانوں سے ڈھک گیا تھا، اور پورا پنڈال ہر وقت بھرا رہتا تھا جبکہ مذکورہ جگہوں کے علاوہ دارالعلوم کی دو منزلہ وسیع مسجد بھی بھری ہوئی تھی۔ ۱۲ جون کی صبح سے یہ پروگرام شروع ہوا اور ۱۴ جون کو ۱۲ بجے دن میں اختتامی دعا اور نکلنے والی جماعتوں کو ضروری ہدایات پر ختم ہوا۔

دارالعلوم کا چپہ چپہ بھرا ہوا تھا، لیکن شور وہنگامہ کا کہیں نام نہیں ہر شخص اپنے حال میں مست عجب دلکش منظر تھا تینوں دن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سکینہ کا نزول ہو رہا ہے نماز کی بڑی جماعتیں دو ہوا کرتی تھیں پہلی جماعت مسجد میں اور اس کے بعد دوسری جماعت پنڈال میں۔ مسجد میں نماز ہوتی تو مسجد کے علاوہ باہر پارکوں تک میں صفیں لگ جاتیں اور اس کے بعد جب پنڈال کی جماعت شروع ہوتی تو عجب دلکش منظر ہوتا، پنڈال اور پنڈال کے باہر دور دور پارکوں تک میں صفیں لگ جاتیں۔ ایک دن مغرب کی پہلی جماعت کے بعد پنڈال کی نماز کا منظر دیکھنے کے لئے نکلا تو عجب دلکش منظر تھا، دور دور تک صفیں لگی ہوئی راستوں پر سناٹا تھا، دوکاندار اپنی دوکان پر چادر ڈال کر نماز میں شریک تھے کیا مجال کہ کسی کا کوئی سامان غائب ہوجائے، حرمین شریفین کا سا محسوس ہوتا تھا جہاں دوکاندار سونے تک کی دوکانوں پر چادر ڈال کر نماز میں شریک ہوجاتے ہیں، یہ اعجاز ہے فداہ أبی وأمی اس دریتیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کے بارے میں شاعر نے کہا ہے ؎

یتیمے کرنا کردہ قرآن درست کتب خانۂ چند ملت بشست

اس اجتماع میں مرکز نظام الدین دہلی کے ذمہ دار حضرات شریک تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کو شدید علالت کے بعد گرمی کی شدت کے پیش نظر معالجین نے تبدیلی آب وہوا کے لئے بمبئی جانے کا مشورہ دیا تھا اور سفر ۱۲ر جون کو طے تھا لیکن حضرت مولانا نے اجتماع کی وجہ سے اپنا سفر ملتوی فرمادیا اس موقع پر حضرت مولانا مدظلہ کی موجودگی نے اجتماع کو مزید پرکیف بنادیا تھا، دور دور سے آنے والے حضرت مولانا کے دیدار کے لئے بے قرار تھے، چنانچہ عصر کے بعد حضرت کو مہمان خانہ کے سامنے بٹھادیا جاتا تھا جہاں مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب بھی تشریف رکھتے تھے یہ منظر بھی عجیب ہوتا تھا، ایک جم غفیر اپنے مرشد اور رہنما کو دیکھنے کے لئے مہمان خانہ کی جالیوں کے گرد جمع ہوجاتا تھا لوگ مسجد کی آخری چھت پر بھی جمگھٹا لگا لیتے تھے، شدید علالت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت مولانا مدظلہ نے ۱۳ر جون کی شام کو مغرب کے بعد مجمع عام کو خطاب فرمایا اور شدید نقاہت وکمزوری کے باوجود تقریباً آدھا گھنٹہ تک اس طرح بے تکلف تقریر فرمائی جیسے صحت کی حالت میں تقریر فرماتے تھے، چونکہ یہ تقریر بلا کسی اعلان اور پہلے سے طے شدہ پروگرام کے بغیر اچانک ہوئی تھی اس لئے بہتوں کو آواز سن کر شبہ ہوتا تھا کہ حضرت نہیں بول رہے ہیں بلکہ کوئی پرانا کیسٹ سنایا جارہا ہے بروقت بھی عجیب تھا شدید علالت کے بعد اپنے مرشد ومربی اور مفکر اسلام کی اس تقریر کو سنکر بہتوں کی آنکھیں خوشی سے بھیگ گئی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فضل عظیم پر زبان پر شکر کے الفاظ جاری ہوگئے تھے اور پورے مجمع پر عجب کیف طاری تھا جو جہاں تھا حضرت کی آواز سنکر کشاں کشاں پنڈال کی طرف کھنچا چلا آیا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس فضل عظیم کا سایہ امت مسلمہ پر اور بیچ یہ ہے کہ پوری انسانیت پر تادیر قائم رکھے کہ وہ رحمۃ للعالمین کے وارث وترجمان ہیں۔

اجتماع کو پہلے دن مغرب بعد مولانا محمد ابراہیم صاحب نے خطاب فرمایا، ۱۳ر جون کو مغرب بعد مولانا یعقوب صاحب نے تمہیدی تقریر کی اس کے بعد حضرت مولانا کی تقریر ہوئی۔ مولانا مدظلہ کی تقریر کے بعد مولانا محمد سعد صاحب نے تقریباً دو گھنٹے تک مجمع کو خطاب کیا اور مولانا مدظلہ کی تقریر کے حوالے شان امتیازی پیدا کرنے کی دعوت دی، جبکہ اسی تاثر کو ظہر بعد پروفیسر نادر علی صاحب نے بہت مؤثر اور رلا دینے والے انداز میں انبیاء کرام اور اصحاب رسولؐ اور اولیاء کرام کے مؤثر واقعات بیان کرکے دین ودعوت کے سانچے میں ڈھل جانے کی دعوت دیتے ہوئے تقریر کی تھی آخری دن فجر بعد مولانا ابراہیم صاحب گجراتی نے مجمع کو خطاب کیا، آخری تقریر مولانا محمد سعد صاحب نے کی ہمقررین حضرات نے کلمہ، نماز، علم اور ذکر، اکرام مسلم، اخلاص اور اپنی اور امت کی اصلاح کے لئے وقت نکالنے پر زور دینے کے ساتھ اخلاق ومعاملات کی درستگی اور اصلاح معاشرہ پر زور دیا۔

اجتماع کا اختتام مولانا زبیر الحسن صاحب کی دعا پر ہوا جس میں شرکت کے لئے پورا لکھنؤ امنڈ آیا تھا۔ دعا نہایت رقت آمیز تھی انھوں نے ملک اور پوری دنیا کے نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سب کو اندھیرے سے روشنی میں لائے۔

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

نعت
کیا کیا کمال دامنِ انساں میں آگئے

• پروفیسر سید طفیل احمد مدنی

لو ہم حدودِ کوچۂ جاناں میں آگئے
یعنی جوارِ خیمۂ رسولاں میں آگئے

اذنِ رسولِ پاکؐ ہی کی دیر تھی فقط
صحرا سے اڑکے صحنِ گلستاں میں آگئے

ہم عاصیوں پہ جب ہوئی ان کی نگاہِ لطف
زحمت سے بچ کے رحمتِ باراں میں آگئے

سیلابِ نور ہے کہ ٹھہرتی نہیں نظر
یارو عجیب شہرِ فروزاں میں آگئے

اللہ رے اضطراب کہ دل تھم نہیں رہا
جب سے حریمِ سیدِ خوباں میں آگئے

ہر شخص اجنبی ہے یہاں اس کے باوجود
لگتا ہے جیسے حلقۂ یاراں میں آگئے

کعبہ یقیع وگنبدِ خضرا ہوں یا احد
منظر تمام دیدۂ گریاں میں آگئے

اشکوں کے تار ہیں کہ نہیں ٹوٹتے مرے
جب سے نبیؐ کی مسجدِ تاباں میں آگئے

حکمِ خدا وفیضِ رسولِ کریمؐ سے
کیا کیا کمالِ دامنِ انساں میں آگئے

اب فکرِ گردوپیش و دراکس لئے کریں
جب ہم نبیؐ کے سایۂ داماں میں آگئے

بس اس یقیں کے ساتھ ہی لوٹیں گے اب طفیلؔ
انوارِ طیبہ میرے گریباں میں آگئے

مسلمانوں کی شانِ امتیازی

• حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ذیل کا مضمون مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی وہ تقریر ہے جو شدید علالت کے بعد پہلی بار فرمائی، یہ تقریر دارالعلوم میں ہونے والے تبلیغی اجتماع کے موقع پر ۱۳ر جون ۱۹۹۹ء کو بعد نماز مغرب تقریباً ایک لاکھ کے مجمع کے سامنے فرمائی، جو تقریباً ۴۰ منٹ تک ہوئی، اس تقریر کے بعد مقررین نے اپنی تقریروں میں حضرت مولانا مدظلہ کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے تقریر کی، اور مسلمانوں کو اپنے اندر شان امتیازی پیدا کرنے کی دعوت دی۔

ادارہ مولانا محمد رضوان صاحب ندوی کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے ٹیپ شدہ تقریر اپنی صاحبزادی آمنہ سے جو جامعۃ المومنات میں استانی ہیں نقل کرکے ادارہ کو دی۔ (ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ومن تبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الی یوم الدین۔ امابعد!!

(اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّ یُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ) (سورہ انفال ۲۹)

میرے دوستو! عزیزو اور دور دور سے آئے ہوئے مہمانو! اور میرے محبوب اور قابل قدر بھائیو!

ابھی جو آیت پڑھی گئی ہے میں اسی آیت کو پڑھنے والا تھا، اور میں نے ہی درخواست کی تھی کہ یہ آیت پڑھی جائے، پہلے تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور میں عام مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں، یہاں جو خدمت گذار ہیں، کارکن ہیں داعی ہیں، ان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اتنا بڑا مجمع یہاں ہے جس کا اتفاق ایک کلمہ پر ہے، ایک عقیدہ پر ہے، ایک مقصد پر ہے اور ایک طرز پر ہے یہ ایک ایسا مجمع ہے جو کم از کم ہندوستان میں تو بہت کم دیکھا جاتا ہے، اگر بے ادبی اور گستاخی نہ ہو تو عرفات کی یاد دلاتا ہے، منیٰ کی یاد دلاتا ہے، عرفات کی یاد دلاتا ہے اور میں یہ کہوں گا کہ یاد دلاتا ہے مساوات کا (یاد تو دیکھ اس کا ذکر نہیں) اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوسکتی جس کو تشبیہ دی جائے عرفات ومنیٰ سے، اتنا بڑا یہاں مجمع جمع ہے۔

اب میں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں کہ ایک اتفاقی واقعہ یا حادثہ نہیں ہے، اتنا بڑا مجمع اگر جمع ہو، ایک خاص مقصد سے جمع ہو ایک عقیدہ پر جمع ہو، ایک نصب العین اور ایک مسلک پر جمع ہو تو دنیا میں انقلاب آسکتا ہے۔ میں تاریخ کا طالب علم ہوں اور تاریخ میرا خاص موضوع رہا ہے مثلاً میں نے کئی زبانوں میں تاریخ پڑھی ہے میں نے انگریزی میں پڑھی ہے، عربی اور فارسی میں پڑھی ہے اردو میں پڑھی ہے اور لکھی بھی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اتنا بڑا مجمع اگر صرف ایک مقصد ایک عقیدہ رکھنے والا ہو اور خلوص کے ساتھ جمع ہو تو دنیا میں انقلاب آسکتا ہے۔

ابھی میں نے آپ کے سامنے جو آیت پڑھی اور مولانا معاذ نے پڑھی اور میں نے بھی پڑھی کہ ایمان والو! اللہ فرماتا ہے بہت کم لوگوں نے اس پر غور کیا ہوگا یہ سنسنی خیز، جگا دینے والی آیت ہے اور بالکل ہلا دینے والی آیت ہے اور بلکہ ایسے انقلاب لے آنے والی آیت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو الٰہ العالمین ہے، رب العالمین ہے خالق کائنات ہے خالق جن وبشر ہے حوادث اس کے حکم کے بغیر پیش نہیں آسکتے، سلطنتوں میں انقلاب پیدا کرنے والا ہے، حالات میں تبدیلی پیدا کرنے والا ہے اور غلام کو آزاد کرنے والا ہے اور آزاد کو غلام بنانے والا ہے وہ کہتا ہے بعض وقت جو چیز بہت پڑھی جاتی ہے اس پر بہت کم غور کیا جاتا ہے، قرآن مجید ایسی چیز ہے جو راتوں کی نیند اڑا دینے والی ہے، جو صرف جسم کو نہیں بلکہ روح کو غذا دینے والی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادہ ہے جو قادر مطلق ہے، جو قدیر برحق ہے، جو الٰہ برحق ہے وہ کہتا ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈروگے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا... الخ "اگر تم تقویٰ اختیار کروگے تقویٰ

معمولی لفظ نہیں ہے، جو بہت کم کھائے تو لوگ کہتے ہیں بڑا متقی ہے، جو سادہ لباس پہنے تو لوگ کہتے ہیں بڑا متقی ہے، جو غیبت نہ کرے، چغلی نہ کھائے اس کو لوگ متقی کہتے ہیں، لیکن تقویٰ کا لفظ قرآن مجید کی زبان میں اور قرآن مجید کی اصطلاح میں بہت وسیع اور انقلاب انگیز ہے۔ دنیا الٹ دینے والا لفظ ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈروگے اور ڈرنے کے لئے خوف کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے، اللہ سے ڈروگے اس میں عقائد بھی آجاتے ہیں، اعمال بھی آجاتے ہیں، مقاصد بھی آجاتے ہیں، طرز زندگی بھی آجاتا ہے اور اخلاق وغیرہ تمام چیزیں آجاتی ہیں، اگر تم اللہ سے ڈروگے تو اللہ تمہارے اندر ایک شان امتیازی پیدا کردے گا۔ ایک شان امتیازی پیدا کردے گا، ایک مسلسل ایک بالکل جہاں سے مسلمان گذرے گا اور ڈرنے والا مسلمان، شریعت پر چلنے والا مسلمان، اور اللہ ورسول کے احکام پر عمل کرنے والا مسلمان اور انسانیت کا بہی خواہ مسلمان، اور ہدایت کا داعی انسان، پاکباز انسان جس کی نگاہیں نیچی اور جس کی زبان محتاط اور جس کا قلب دنیاوی مفادات اور لالچ سے خالی اور اس کا دماغ برے منصوبوں سے پاک، جب گذرے گا تو انگلیاں اٹھیں گی، وہ دیکھو مسلمان جارہا ہے، وہ دیکھو اللہ کا بندہ جارہا ہے، یہ شان تمہاری ہوجائے گی تو اللہ فرماتا ہے کہ تمہارے اندر ایک شان امتیازی پیدا کردے گا، میں مجبور ہوں کہ فرقان کا ترجمہ شان امتیازی سے کررہا ہوں۔ فرقان کا لفظ اتنا بلیغ اور وسیع ہے کہ میں یہ سمجھتا ہوں باوجود اس کے کہ اردو میری زبان ہے اور تعلق عجمی لکنتوں سے ہے لیکن فرقان کا ترجمہ کرنا آسان نہیں۔ جو لفظ کہے جاسکتے ہیں عام فہم وہ میں کہہ رہا ہوں کہ اللہ تمہارے اندر ایک شان امتیازی پیدا کردے گا تو انگلیاں اٹھیں گی، نگاہیں بلند ہوں گی لوگ اشارے کریں گے، لوگوں کی بعض اوقات غفلت دور ہوجائے گی اور بعض اوقات غفلت دور ہوجائے گی، دیکھو مسلمان جارہا ہے، مسلمان ایسے پاکباز ہوتے ہیں دیکھو، دیکھو، کسی غیر محرم پر نظر نہیں اٹھاتا اور راستہ میں اگر کوئی ایسی چیز پڑی ہے جس سے تکلیف ہوسکتی ہے، ٹھوکر لگ سکتی ہے تو اس کو ہٹا دینے والا ہے، لوگوں کو دھکا دینے والا نہیں ہے، شعور کے ساتھ چلنے والا، وقار کے ساتھ چلنے والا اور خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ چلنے والا اور کام کرنے والا ہے۔ اور یہی حالت مسلمانوں کی تھی کہ ایک گھرانہ مسلمانوں کا، ایک قبیلہ مسلمانوں کا، ایک زبان بولنے والے مسلمان جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں کہیں۔۔۔ پہونچ جاتے تھے، تاریخ شہادت دیتی ہے کہ پورے پورے شہر تقریباً مسلمان ہوگئے اور اسلام پھیل گیا جیسا کہ ہوا چلتی ہے اس طرح ہوا چلی اسلام کی کہ لوگوں کو دیکھ کر چاہے ان کے اندر جتنی ہی غفلت بڑھی ہوئی ہو ان کے اندر مال کی لالچ ہو اور جمال کی لالچ ہو، حب جاہ ہو یا حب جمال ہو کچھ ہو، ایک انسان میں اللہ تعالیٰ نے تأثر پیدا کرنے کا مادہ پیدا کیا ہے اور دنیا جو چل رہی ہے اس وقت تک، یہ سمجھ لیجئے میں تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں نفسیات انسانی کے جاننے والے کی حیثیت سے کہتا ہوں، مشورہ کرنے والے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ آج اتنی سخت عصبیت کے باوجود دنیا جو چل رہی ہے اور تباہ نہیں کی گئی، بڑے بڑے گناہوں اور معصیتوں پر، شرک وبت پرستی پر، نفس پرستی پر، دولت پرستی پر اور ظلم وسفاکی پر اگر تباہ نہیں کی گئی تو اس خاصیت کے باقی رہنے کی وجہ سے کہ لوگوں میں اثر قبول کرنے کا مادہ ہے، نیک وصالح بننے کا مادہ ہے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کا فرق ہی نہیں مجھے ذرا صفائی سے کہنے دیجئے معلوم نہیں پھر موقع ملے کہ نہ ملے اور ملے تو ایسے بڑے مجمع سے اور ایسے متاثر مجمع سے کہ جو دور دور سے آیا ہے اور اللہ ورسول کی بات سننے کے لئے تبلیغی اجتماع میں آیا ہے تو اس سے بہتر موقع کیا ہوگا کہ دنیا میں اثر قبول ہونے کا مادہ ہے اور یہی دنیا کے باقی رہنے کا راز ہے کہ اس وقت تک دنیا باقی رکھی گئی، اللہ تبارک وتعالیٰ جو خالق کائنات ہے اور جانتا ہے کہ ابھی انسان میں سبق لینے، فائدہ اٹھانے، عبرت حاصل کرنے، نیک بننے کی خواہش ہے تھوڑی بہت، تو یہ آپ انشاء اللہ تبلیغی کام کریں گے، اصول پر چلیں گے، جماعتیں بنائیں گے ملک بھر میں پھریں گے۔

دیکھئے ایک بات میں کہتا ہوں جو شاید کوئی دیکھے، میں بدگمانی نہیں کرتا مگر مجھے ڈر لگتا ہے کہ شاید نہ کہیں کہ انسان ہیں، آپ جس ملک میں ہیں اس میں آپ کو اس طرح رہنا چاہئے، فرقان جسے کہتے ہیں شان امتیازی، شان امتیازی ایسی ہونی چاہئے کہ لوگوں کے عقائد بدل جائیں، اخلاق بدل جائیں، نگاہیں بدل جائیں، احساسات بدل جائیں، تعلقات بدل جائیں، مسلمان اتنی بڑی تعداد میں ہمارے اس ملک میں موجود ہیں اور اثر نہ پڑے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

اللہ جو عالم الغیب والشہادہ ہے جو خالق فطرت ہے وہ کہہ رہا ہے "اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا" اگر تم اللہ سے ڈروگے تو اللہ تمہارے اندر امتیازی شان پیدا کردے گا، ایک بالکل نئی کیفیت پیدا کردے گا، کیا ہوگا؟ لوگوں کے عقائد بدل جائیں گے، اخلاق بدل جائیں گے، تعلقات کی اصلاح ہوگی، لوگوں میں خدا کا خوف پیدا ہوجائے

گا، اتنی بڑی تعداد میں مسلمان موجود ہوں اس ملک میں اور پھر کوئی انقلاب نہ آئے، کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے "اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ" پر پورا عمل نہیں کیا اگر "اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ" پر عمل ہو کہ ہم اللہ سے ڈریں اور اس کے نبی کے تعلیمات پر اور لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں اور قرآن اور صرف عقائد نہیں اور عقائد اور ایمانیات اور جذبات اور احساسات اور تعلقات اور معاملات ان سب میں ایک فرق ہوجائے تو پھر نتیجہ ہوگا کہ "يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا" تمہارے اندر شان امتیازی پیدا کردے گا۔ تمہاری طرف انگلیاں اٹھیں گی اور انگلیاں نہیں بلکہ قدم اٹھیں گے اور لوگوں کی زندگی کا رخ تمہاری طرف ہوجائے گا اور لوگوں کو سنبھالنا مشکل ہوجائے گا، اپنے کو سنبھالنا مشکل ہوجائے گا، تھامنا مشکل ہوجائے گا یعنی لوگوں میں اسلام پھیلنے لگے گا اور زندگی میں تبدیلی آئے گی، اور یہ دولت پرستی، شہوت پرستی، جاہ پرستی، منصب پرستی، سیاست پرستی جس کی اس وقت وبا پھیلی ہوئی ہے وہ وبا کم ہوجائے گی اور لوگوں کو اپنے مذاہب کو، اپنے اغراض کو، اپنے فوائد کو، اپنے مفادات کو تھامنا مشکل ہوجائے گا کہ مسلمان اگر ہیں اور وہ اسلامی سیرت پر ہیں، اسلامی عقیدہ پر ہیں تو یہاں تو بچانا مشکل ہے، دوسروں کو اسلام کی طرف طبیعتیں جھکنے لگیں گی کہ بڑے بڑے سیاسی لوگوں کو، قائدین کو، ادیبوں کو، مقررین کو، بڑے بڑے بلیغ خطیبوں کو تھامنا مشکل ہوجائے گا تو یہ کیوں نہیں ہوتا۔؟

اب آپ غور کریں کہ یہ اس لئے نہیں ہورہا ہے کہ ہماری زندگی پورے طور پر اسلام کے سانچے میں نہیں ڈھلی، اس لئے ہمارے عقائد بھی صحیح ہونے چاہئیں، ہمارے معاملات بھی صحیح ہونے چاہئیں، ہمارے اخلاق بھی صحیح ہونے چاہئیں، ہمارے اہداف اور زندگی کے جو نشانے ہیں وہ بھی صحیح ہونے چاہئیں، اور مختلف ہونے چاہئیں اور ممتاز ہونے چاہئیں، یہاں سڑک پر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے لوگ ٹھوکر کھائیں، ابھی ہم نے دیکھا تھا کہ پڑی ہوئی تھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اس پر سے گذرا ہے، اگر کوئی مصیبت زدہ ہے اور کوئی توجہ نہ کرے، اگر دیکھے کہ کسی نے توجہ کی ہے اور اس کی تکلیف دور ہوگئی ہے تو لوگ کہیں کہ مسلمان یہاں سے گذرا ہے۔ مال کی محبت، دولت کی محبت، ان میں دوسروں کے مقابلہ میں بہت کم ہو اور جو اندر کی خواہشات، جو اندر کی بعض کمزوریاں ہوتی ہیں ان میں کھلا ہوا فرق ہو کہ بس یہ کہنا کافی ہو کسی سے کہ یہ مسلمان ہے، آپ تاریخ کو اگر پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ملک کے ملک میں انقلاب آگیا ہے، مسلمان تھوڑی تعداد میں پہونچے ہیں۔

اب آپ خیال کیجئے، کہاں جزیرۃ العرب جہاں سے اسلام نکلا اور پھیلا اور کہاں یورپ میں اسپین کا ملک جہاں لاکھوں کی تعداد میں بے حساب لوگ مسلمان ہوئے، کہاں جزیرۃ العرب اور کہاں یہ ملک، کہاں جزیرۃ العرب اور کہاں ترکی، کہاں جزیرۃ العرب اور کہاں الجزائر، مراکش وغرب اقصیٰ وغیرہ، ہم نے ان میں سے اکثر ممالک دیکھے ہیں، ایک اسپین کے سوا، جہاں باقاعدہ اس کی کوشش کی گئی کہ یہاں اسلام باقی نہ رہے اور زبان نہ رہے اور کچھ مسلمانوں کی غلطی کا بھی اس میں دخل تھا، باقی آج تک ان ملکوں میں اسلام باقی ہے۔

تو آپ اگر زمین کی مسافت دیکھیں تو اور زبانی مسافت دیکھیں تو زبان کا فرق، خیالات کا فرق دیکھیں، افکار کا فرق دیکھیں، تربیت کا فرق دیکھیں تو زمین وآسمان کا فرق نکل آئے گا، پورے پورے ملک مسلمان ہوئے، مسلمانوں کے اخلاق کی وجہ سے، تبلیغ ودعوت کی وجہ سے اور سیرت کی وجہ سے، جو انھوں نے عملی نمونہ پیش کیا اس کی وجہ سے، اب اس وقت یہ حالت مسلمانوں کی ہے کہ اتنے مسلمان ہیں، میں تو صرف اسی مجمع کو کہتا ہوں کہ ہم سچے مسلمان بن جائیں اور اسلام پر پورے عمل کرنے لگیں اور جس کو اللہ "اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ" کہتا ہے اور "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" اور "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے اسلام لانے والو! اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو داخل ہوجاؤ اسلام میں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے سر جھکا دینے میں "كَآفَّةً" پورے کے پورے، اس "كَآفَّةً" میں سب آگیا ہے، "كَآفَّةً" ادبی طور پر بھی، اعتقادی طور پر بھی، عملی طور پر بھی، اخلاقی طور پر بھی، اجتماعی طور پر بھی، قانونی طور پر بھی، یہ عربی جو لوگ جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ "كَآفَّةً" کا لفظ کتنا مضبوط ہے اور کتنا وسیع ہے اور کتنا حاوی ہے داخل ہونے والوں پر بھی اور حاوی ہے جس چیز میں داخل ہورہے ہیں اس پر بھی، پورے سو فیصدی مسلمان، سو فیصدی اسلام میں داخل ہوجاؤ، نہ اس میں مناسب ہے کہ ننانوے فیصدی اسلام میں داخل ہوجاؤ، نہ اس میں مناسب ہے کہ ننانوے فیصدی اسلام میں داخل ہوجاؤ بلکہ سب مسلمان پورے اسلام میں داخل ہوجائیں۔

یہ توارث، ترکہ کی تقسیم صحیح ہونی چاہئے، حقوق وواجبات صحیح طور پر ادا ہونے چاہئیں، ماں باپ کا جو حق ہے وہ، بیوی کا جو حق ہے وہ، شوہر کا جو حق ہے وہ، بھائیوں کا جو حق ہے وہ، رشتہ داروں کا جو حق ہے وہ، شہریوں کا جو حق ہے وہ، ملک والوں کا جو حق ہے وہ، یہ سب پورے

ہونے چاہئیں۔ "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّهُ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِینٌ" اور یہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ عالم الغیب ہے وہی کہہ سکتا تھا۔ کہ پہلے "ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً" کہا پھر "وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ" کہنے کی ضرورت بظاہر نہیں تھی، لیکن کہا کہ نہیں اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھو، کہ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اور اس کی پیروی نہ کرو، شیطان کے قدم کے نشانات پر چلنا نہیں ہے بلکہ اسوۂ رسول ﷺ "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن کَانَ یَرْجُو اللَّهَ وَالْیَوْمَ الْآخِرَ وَذَکَرَ اللَّهَ کَثِیرًا" تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا نمونہ موجود ہے۔

بھائیو! میں باوجود اپنی کمزوری و بیماری کے صاف کہتا ہوں کہ یہاں سے یہ عہد کر کے جائیے کہ ہم پورے اسلام پر عمل کریں گے اور ہم ایسی زندگی اختیار کریں گے کہ پورا ماحول، قرب و جوار، پورے آس پاس کے لوگ، پورا شہر متاثر ہو اور سب پر اثر ہو، لوگ کہیں کہ مسلمان کی زندگی تو اور ہوتی ہے، جہاں لغزش کھا کر لوگ گر جاتے ہیں ٹھوکر کھاتے ہیں وہاں یہ مسلمان ثابت قدم رہتا ہے، جہاں انسان ضمیر فروشی کرتا ہے، وہیں مسلمان ایسا ہوتا ہے کہ اس کو کوئی خرید نہیں سکتا، نہ حکومتیں ان کو خرید سکتی ہیں، نہ سیاسی ادارے ان کو خرید سکتے ہیں اور نہ دولت مند ان کو خرید سکتے ہیں، اور نہ کوئی حسن و جمال، نہ عزت و کمال کوئی نہیں ان کو خرید سکتا، اللہ تعالیٰ ان کو پیدا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر دین کی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، اب دنیا میں کوئی طاقت، کوئی دولت، کوئی سطوت، کوئی سلطنت، کوئی منفعت ان کو خرید نہیں سکتی، یہ مسلمانوں کا کیریکٹر ہونا چاہئے۔

اگر کیریکٹر ہمارا کچھ اور ہوتا تو پھر پورا ملک اسلام کا قدر داں اور اسلام سے فائدہ اٹھانے والا ہو جاتا، اور جہاں کہیں ایسا ہوا ہے، یہی ہوا ہے کہ لوگوں نے اور دشمنوں تک نے مان لیا ہے کہ ان کا دین سچا ہے اور ان میں اصول پسندی ہے، خدا ترسی ہے ان میں آخرت شناسی ہے، حقیقت شناسی ہے، یہ سب شہادت دی ہے۔

اور آج جو اسلام باقی ہے یہاں ہے نہیں بلکہ ساری دنیا میں جو باقی ہے اس میں بہت بڑا فضل اسلام کے نمونہ کو ہے اور آپ دیکھئے کہ ایک ایک بزرگ چلے گئے ہیں۔ اس ملک میں، آپ ہندوستان میں ہی دیکھ لیجئے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔ اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے، لاکھوں کی تعداد میں اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے۔ اسی طریقہ سے حضرت سید علی ہمدانی کشمیر گئے اور کشمیر کی اکثریت نے اسلام قبول کیا اور کتنے آدمیوں کا نام لیا جائے ایک دو آدمی گنے کہ ان کے شاگرد ہیں مرید ہیں اور اسلام گھر گھر پھیلا ہے محلہ محلہ نہیں گھر گھر پھیلا ہے بس ہمیں اور آپ کو اپنی زندگی ایسی بنا لینی چاہیئے اس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَجْعَل لَّکُمْ فرمایا تمہارے لئے ایک شان امتیازی پیدا کر دے گا۔ کہ انگلیاں اٹھیں گی۔ ان کے کان کھلیں گے آنکھیں لگیں گی اور اشارے ہوں گے اس سے بڑھ کر لوگ قدموں پر گریں گے یہ مسلمان ہیں ان کے عقائد یہ ہیں، ان کے اعمال یہ ہیں، ان کے اخلاق یہ ہیں، ان کے جذبات و خواہشات یہ ہیں، ان کے معیار یہ ہونے چاہئیں آپ یہ پیغام یہاں سے لے کر جائیے مزید کسی موضوع پر اور اس جماعت تبلیغ کے جو اصول ہیں اس پر ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس پر پورا کہہ دیا گیا ہوگا۔ اور جو باقی ہے وہ بھی کہہ دیا جائے گا انشاء اللہ ہم نے وہیں سے سیکھا ہے اور آپ بھی سیکھیں گے، مگر ہاں آپ سے یہ کہتے ہیں ایک بات نہ بھولئے گا کہ آپ کی زندگی میں ایک امتیاز ہونا چاہیئے۔ جس کے لئے قرآن مجید کے لفظ سے زیادہ بلیغ کوئی لفظ نہیں ہو سکتا (فرقان)

آپ کی زندگی میں ایک فرقان ہونا چاہیئے ایک فارق ہونا چاہیئے، جو دیکھے کہے یہ مسلمان ہے یہ ایسا نہیں کر سکتا یہ مسلمان ہی کا کام ہے صدہا نہیں ہزارہا واقعات تاریخ میں ملیں گے کہ مسلمان نے وہ کیا جو دنیا میں کوئی سوچ نہیں سکتا تھا۔ ایسی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ ایسی بھی کوئی ہمت کر سکتا ہے، ایسا بھی کوئی ایثار کر سکتا ہے نہیں ہے مسلمان نے کیا۔ تاریخ میں لکھا ہوا ہے ریکارڈ ہے، ریکارڈ کہ مسلمانوں کے ایسے مابہ الامتیاز اور ایسے ممتاز بلکہ معیاری طرز عمل سے لوگ ہزاروں ہزار کی تعداد میں مسلمان ہوئے ہیں تاریخ میں آپ پڑھیں۔ مسلمانوں نے فتح پانے کے باوجود کیسا رحم کا سلوک کیا اور انسانی ہمدردی کا سلوک کیا۔ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے شروع ہو گئے، جو لڑنے آئے تھے قدموں پر گرے، قدموں پر گرے اور اسلام قبول کیا آج ہندوستان میں محض اسلام اور ہمارے دین کا حق ہی نہیں بلکہ ہمارے وطن کا بھی حق ہے، یہ بہر حال ہمارا وطن ہے ہم کو اللہ نے یہاں پیدا کیا ہے، ہمارے لئے اس سرزمین کو انتخاب کیا ہے۔ آدمی کو اپنے گھر سے محبت ہوتی ہے، یہ ہمارا گھر ہے اس میں ہمیں ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے کہ لوگوں کی اصلاح ہو بلکہ زندگیوں میں انقلاب آئے یہ جو ظلم ہو رہا ہے وہ بند ہو۔ جو اندھیر ہو رہا ہے تمام دنیا میں،

یہ اندھیر بند ہو جو ظلم ہو رہا ہے وہ بند ہو، یہ ظلم کبھی سیاست کے راستے سے یا حکومت کے راستے سے، کبھی اپنے مقصد کے لحاظ سے یہ سب بند ہو۔ انصاف پھیلے اور خدا کا خوف عام ہو۔ اور لوگوں میں ایک خدا ترسی پیدا ہو۔ خدا کا خوف پیدا ہو۔ اور انسانیت کا احترام پیدا ہو۔ آج انسانیت کے احترام کی ضرورت ہے بس یہ مجھے عرض کرنا ہے کہ آپ یہاں سے عہد و پیمان کر کے جائیے۔ جانے سے پہلے طے کر لیں اپنے دل میں کہ ہمیں اپنی زندگی ایسی بنانی ہے کہ نگاہیں اٹھیں بلکہ ان کی انگلیاں اٹھیں پھر قدم اٹھیں بلکہ ان کی طرف چلو اور اسے سمیٹو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ تب جا کے انشاء اللہ یہ اجتماع ہمارا ہر طرح سے انقلاب انگیز ہوگا وہ یوں بھی مبارک ہے۔ نہایت مبارک ہے معمولی بات نہیں ہے کہ اللہ کے نام پر اور دین کی دعوت پر اتنی تعداد میں لوگ جمع ہو جائیں، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور فخر کرتے ہیں اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے بانیوں کی روح بھی خوش ہو رہی ہوگی کہ آج یہاں اتنا بڑا اجتماع ہو رہا ہے لیکن اس کی بھی ضرورت ہے کہ آپ کی زندگیوں میں انقلاب آئے۔ اور انقلاب ایسا انقلاب کہ لازمی نہ ہو۔ متعدی ہو کہ دوسرے لوگ دیکھ کر متاثر ہوں۔ عقائد کے اعتبار سے بھی، اخلاق کے اعتبار سے بھی اور اعمال کے اعتبار سے بھی، معاملات کے اعتبار سے بھی، ارادوں کے اعتبار سے بھی، کوششوں کے اعتبار سے بھی، ہر طرح سے آپ کی زندگی دوسروں کے لئے مشعل راہ بنے اور دعوت اسلام کا کام دے وہ ایک مقناطیس بن جائے۔ اور کیا حقیقت ہے مقناطیس کی کہ وہ کھینچ سکتا ہے تو ایک لوہے کو کھینچ سکتا ہے تو کیا ایک مسلمان ایک مسلمان کو قوم کو، آبادی کو، شہر کو نہیں کھینچ سکتا ہے کیا اس کے اندر کھینچنے کی طاقت نہیں ہے ہمارے کیریکٹر میں مقناطیس۔ ایک مسلمان کے ایمان پر خدا ہیں۔ اگر مسلمان کے اندر یہ طاقت نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے مقناطیسیت نہیں ہے۔ مقناطیسیت کبھی ہونے چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو توفیق دے۔ اور ہم خواہش کے اعتبار سے اعمال کے اعتبار سے اخلاق کے اعتبار سے اور مشاغل کے اعتبار سے ارادوں اور منصوبوں کے اعتبار سے ہر طرح سے مسلمان بنیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی

ایک شاہکار کتاب

دعوت فکر و عمل

ملک و ملت کے بہی خواہ کو ایک آواز

مغرب زدہ سوسائٹی میں ہمہ گیر و مکمل انقلاب کی ضرورت ہے اور یہی انقلاب وہ بنیادی اساس ہے

جس پر

اسلامی زندگی کا محل تعمیر کیا جا سکتا ہے

معیاری کتابت، عمدہ طباعت، خوبصورت سرورق، مجلد، صفحات ۲۳۱۔ قیمت ۷۰/- روپے

ناشر:- مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ملنے کا پتہ: ندوی بک ڈپو دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

اعلان

ندوۃ العلماء میں اردو اور عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے والے حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے جس کے لیے مناسب اکرامیہ بھی دیا جائے گا۔

اس کار خیر میں جو حضرات مدد کر سکیں وہ براہ مہربانی مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں، تاکہ ان سے یہ تعاون لیا جا سکے۔

ایڈیٹر تعمیر حیات
ندوۃ العلماء لکھنؤ

اعلیٰ، معیاری، عمدہ اور لذیذ مٹھائی کی مشہور دکان

حراء سوئیٹس (بمبئی)

خاص طور پر صبح ناشتہ میں لذیذ حلوہ و پراٹھا اور شام کو نمکین و میٹھے سموسے کے لیے تشریف لائیں

اس کے علاوہ مختلف قسم کی دیسی مٹھائیاں ہمہ وقت کفایتی داموں پر دستیاب ہیں۔

پتہ:-

اندریا اسٹریٹ چوکی محلہ نزد مستان تالاب

ناگپاڑہ بمبئی ۸

انسانی زندگی! دو متضاد منظر

مولانا واضح رشید ندوی ——— ترجمہ: ——— محمد اسجد

انسانی المیہ اور تفریح و تماشہ دو الگ الگ مناظر ہیں۔ المیہ غم والم کی تصویر ہے جس سے ضمیر و قلب بیدار اور دولت احساس سے بہرہ ور ہوتے ہیں سنجیدگی آتی ہے، شعورِ الم جاگتا ہے، پوری فضا الم رسیدہ اور پورا ماحول کبیدہ ہوجاتا ہے، کرب تلے چھا جاتا ہے۔ اور ہر زندہ و باشعور انسان جس کے سینہ میں دھڑکتا ہوا دل اور جسم میں دیدۂ بینا اور گوشِ شنوا ہوتا ہے۔ وہ دوسرے انسان کی اس تکلیف دہ اور پریشان کن صورتِ حال پر خون کے آنسو روتا ہے اور اس میں مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی انسانیت بیدار ہوتی ہے۔

دوسری طرف تفریح (کامیڈی) سامان سکونِ قلب، باعث فرحت و مسرت غذا ہے جس سے غم واندوہ، پریشانی و تکان، مصیبت و تکلیف کے بادل چھٹ جاتے ہیں، ذہن کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے، بے فکری اور تسلی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ان کے رجحانات واثرات بھی بالکل جداگانہ ہیں، ٹریجڈی کامیڈی کا اجتماع ناممکن ہے پھر فطرت و طبیعت کے لحاظ سے انسانوں میں بھی فرق ہوتا ہے، کچھ لوگ ٹریجڈی ہی کو بڑھنا و سننا چاہتے ہیں جبکہ کچھ لوگ کامیڈی کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں، مفکرین ادباء، قصہ نگار، ناول نگار، وافسانہ نگار اور ڈرامہ نویس بھی حیات انسانی کے پہلوؤں و گوشوں کو تصویر کشی میں الگ الگ انداز و میلان رکھتے ہیں کوئی سارا زور شقاوت، مصائب، المیوں، اور غم والم ہی کی منظر کشی پر صرف کرتا ہے تو کوئی خوشیوں، مسرتوں اور تسکینِ قلبی کے مناظر کی تصویر کشی میں اپنی ساری مہارت صرف کرتا ہے، حسنِ اتفاق اگر کوئی ان متضاد صنفوں کو کامیابی سے جمع کرلے جائے تو وہ عبقری اور نادرۂ روزگار و بے مثال مصنفین میں شمار کیا جاتا ہے، مگر یہ اجتماع خال خال ہی دیکھنے میں آتا ہے۔

لیکن آج کے ہمارے میڈیا کا یہ کمال ہے کہ وہ دونوں فنون کو ایک ہی وقت میں پیش کرنے میں مہارت رکھتا ہے۔ جہاں شقاء، محرومی، مصائب اور خوشیاں، مسرتیں اور تقریبات ساتھ ساتھ چلتے ہیں، ہم آئے دن دیکھتے سنتے ہیں کہ ایک جگہ سے آہ و نالے، فریاد اور درد وغم کے مناظر پیش کئے جارہے ہیں، آبرو لٹ رہی ہے انسان وطن چھوڑنے اور اپنی جان بچانے پر مجبور ہیں کسمپرسی کے عالم میں اجنبی جگہوں اور ماحول میں بے آسرا و بے ساباں خوراک و پوشاک کی ضروری مقدار سے بھی محرومی کے ساتھ زندگی کی گھڑیاں گذارنے پر مجبور ہیں ان کے پاس اپنی آبرو کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، ایک طرف یہ صورتحال ہے تو دوسری طرف اس سے قریب ہی کسی جگہ پر لوگ مست اور داد عیش دے رہے ہیں، شادیانے بج رہے ہیں اسراف کا مظاہرہ ہو رہا ہے، شوخیاں ہو رہی ہیں دل بہلایا جارہا ہے۔ اور اس خوشی کے عالم میں انھیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ان کے بھائیوں پر کیا مصائب ڈھائے جارہے ہیں۔ وہ کن دل دہلانے والی آزمائشوں سے دوچار ایسی زندگی پر ماتم کناں ہیں

ٹریجڈی و کامیڈی کے یہ دونوں مناظر بیک وقت اس دنیا میں آئے دن سامنے آتے ہیں۔ جسے ذرائع ابلاغ بڑی مہارت، فنکاری، باریک بینی اور اہتمام سے شائع کرتے اور پھیلاتے ہیں۔ انسانی المیوں، مصائب، ناقدریوں، تنگ دلی اور سختیوں کا منظر اور بے فکری اور تفریح کا منظر زندگی کے یہ متضاد مناظر ہر معاشرہ، خاندان اور گھرانہ کے سامنے ہیں، چاہے وہ ٹیکی ویژن کے ذریعہ پیش کئے جائیں یا ریڈیو یا اخبار و جرائد کے ذریعہ ان متضاد مناظر سے ہر انسان کو سابقہ پڑتا ہے، مجلس و محفل کا موضوع گفتگو یہی ہے مگر کتنا عجیب و حیرتناک ہے یہ تضاد اور اس تضاد کا زندگی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک منظر یہ ہے، دس لاکھ سے زائد انسان اپنا وطن کوسوو چھوڑ کر البانیہ میں پناہ گزین ہیں کا قتل عام کا لامتناہی سلسلہ ہے جو صرب لوگ کے ہاتھوں کوسوو میں جاری ہے بموں، دھماکوں گولیوں اور نہ جانے کتنے تباہ کن وسائل ہیں جنھیں یوگوسلاویہ جوش انتقام میں کام میں لارہا ہے۔ یہ دونوں مناظر شقاء، آلام ومحن کا ثبوت ہیں۔ مستقل خبریں آرہی ہیں کہ کوسوو میں مسلم عورتوں کا اجتماعی اغواء وغصب، مسلمانوں کا قتل عام، بھاری توپوں کی مدد سے آبادی کی بربادی گاؤں کے گاؤں جلانا اور تباہ کرنا، بچوں اور عورتوں کا قتل عام سی بات ہے، اخباری رپورٹوں میں ہے کہ صربوں نے بچوں کی آنکھیں پھوڑ دیں، دل نکال لئے، مردوں تک کے ساتھ مجرمانہ اور بہیمانہ سلوک کیا۔ زیورات کی طمع میں مقتول عورتوں کی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔

یہ ہے انسانیت سوز منظر جس میں دس لاکھ سے زائد انسانوں کو اپنے وطن سے بے آبرو و بے سہارا ہوکر البانیہ میں کسمپرسی اور تنگ حالی کے عالم میں رہنے پر مجبور کیا گیا۔ کوئی خیموں اور کیمپوں میں رہ رہا ہے،

تو کوئی بلا کسی ذریعہ وسہولت کے پہاڑوں پر پناہ گزین ہے۔

دوسری جانب: ناٹو کی فوجیں یوگوسلاویہ کو مسلسل تباہ کر رہی ہیں، پورا ملک برباد ہوتا جارہا ہے یہ ہے وہ دل سوز منظر جس سے پوری دنیا باخبر ہے اور میڈیا کے مختلف ذرائع سے یہ اطلاعات مل رہی ہیں۔

لیکن یہ منظر تیزی سے پلٹ جاتا ہے اور حیاتِ انسانی کی دوسری تصویر سامنے آتی ہے، یہ دوسرا منظر پہلے منظر کے برعکس غم کا بوجھ ہلکا اور انفعالی وجذباتی اثرات کو ختم کردیتا ہے، یہ منظر ہے ورلڈ کپ کا جس کے میچ لندن میں ہو رہے ہیں۔ ورلڈ کپ ایشیا، افریقہ، آسٹریلیا، اور برطانیہ میں بسنے والے افراد کا موضوع گفتگو اور اصلی مشغلہ بن گیا ہے، یہ ممالک مقابلہ میں شریک وسہیم ہیں، نوجوانوں، ادھیڑ عمر تک کہ بوڑھوں تک میں اس کھیل سے دلچسپی اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ تماشائیوں کو دوسرے ضروری کاموں سے بیگانہ ولاپرواکر ڈالا ہے، کرکٹ سے اس قدر دلچسپی کو ایک صحافی نے بخار کا نام دیا ہے۔ انگلش روزنامہ "ٹائمس آف انڈیا" میں شائع ہوا ہے کہ کرکٹ کا بخار ایشین لوگوں میں پھیل چکا ہے۔ اور چین کی دہشت گیر حکومت نے بھی جہاں بیرونی ٹیلی ویژن چینل دیکھنے پر پابندی ہے، شدید اصرار پر انڈین ٹیلی ویژن چینل پر آنے والے کرکٹ میچ دیکھنے کی اجازت دے دی ہے، کیونکہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے لوگوں میں خصوصاً سیاسی طبقہ میں کرکٹ کی دلچسپی حد سے بڑھ چکی ہے،

اخباروں میں تفصیلات آرہی ہیں کہ خلیجی ممالک خاص طور سے متحدہ عرب امارات میں کرکٹ میچوں سے دلچسپی اور توجہ بڑھتی جارہی ہے، حد یہ ہے کہ جن کے پاس ٹیلی ویژن نہیں ہے وہ مارکیٹوں اور عام شاہراہوں میں نصب ٹیلی ویژنوں پر بھیڑ لگا کر میچ دیکھتے ہیں۔ اسی کے پیش نظر ائیر انڈیا نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنی پروازوں میں کرکٹ میچ کے مناظر دکھلائے گا۔ اور غذائی سامانوں کے لئے کرکٹ کی اصطلاحات استعمال کرے گا۔

اخبارات، کھلاڑیوں کی تصویریں، حالات میچوں کے سلسلہ میں تبصرے اور تجزیے روز چھاپ رہے ہیں۔ تو اگر ایک طرف کوسوو اور یوگوسلاویہ کے دل سوز وخونی المیے اخباروں کی سرخیوں میں آرہے ہیں تو دوسری طرف ان میچوں کی تصویریں اور خبریں کئی کئی صفحوں کو گھیر رہی ہیں۔

کھیل پر یہ خاص توجہ ہی ہے کہ ہر خورد و کلاں کھیل کے سارے مراحل سے واقف ہے لوگوں کی زبانیں کھلاڑیوں کے ناموں کا ورد کرتی رہتی ہیں اور کامیابیوں و ناکامیوں کے ریکارڈ واعداد و شمار کا تذکرہ ہر جگہ ہو رہا ہے۔

مزید برآں مقابلہ میں شریک ملکوں کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد میچ دیکھنے کے لئے برطانیہ پہونچ رہی ہے، اسی صورتحال نے امیگریشن کے ذمہ داروں کے سامنے مسائل کھڑے کردیئے ہیں کیونکہ ائیر پورٹ پر کھیل دیکھنے کی غرض سے آنے والوں کا ہجوم ہے۔

کرکٹ کا جنوں اس درجہ بڑھ چکا ہے کہ ہندوستان کے نوجوانوں نے ایک جلوس نکالا جس کے ایک بینر پر یہ لکھا تھا ——— موٹو تھا ——— کہ: کرکٹ ہمارا مذہب ہے اور ایک مخصوص کھلاڑی کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ ہمارا خدا ہے۔

ہندوستان میں صرف ایک مہینہ میں اخباری اطلاعات کے بموجب ۵ لاکھ ٹی۔ وی سیٹ خریدے گئے، پاکستان جب بنگلہ دیش سے ہارا تو بڑی تعداد میں ٹی۔ وی سیٹ غصہ میں توڑ دیئے گئے۔

روزانہ اخباروں میں کرکٹ سے اس دلچسپی کے نہ جانے کتنے ایسے عجیب وغریب واقعات شائع ہوتے ہیں کہ کوئی دانا وبینا ان کی تصدیق نہیں کرسکتا۔ اس صورتحال کا خاص طور سے ان ملکوں میں پایا جانا افسوسناک ہے، جو فقر وافلاس، جہالت وپسماندگی، بیکاری، انتظامی کرپشن، اجتماعی ظلم وبے راہ روی، طبقاتی کشمکش جیسی نہ جانے کتنی مشکلات میں مبتلا ہیں۔

فی الواقعہ یہ ایک طرح کا نشہ و مدہوشی ہے اور ان قوموں کو سلانے و غافل کرنے کا ذریعہ ہے جو اپنے شاندار و درخشاں مستقبل کے لئے بیداری اور نشاط کی محتاج ہیں۔ یہ دراصل زندگی کے مسائل اور انسانی المیوں سے توجہ ہٹانے کی کوشش ہے۔

کھیل کود کی اہمیت سے اور زندگی کی تعمیر میں اس کے اثر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے یہ مختلف ناموں اور مختلف شکلوں میں ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا ہے، جسمانی صحت کے ساتھ انسان کی تفکیر اور ذہنی صلاحیت پر بھی اثر پڑتا ہے، لیکن اس کا ایک دائرہ ہے اور اس کی کچھ حدیں ہیں جن کا اگر خیال نہ رکھا جائے تو زندگی کا توازن بگڑ جاتا ہے، مشرقی قومیں چونکہ جذباتیت کا شکار ہیں اس لئے ہر شعبہ میں جذبات پیدا ہوجاتی ہے اور اعصاب متاثر ہوجاتے ہیں، یہ جذباتیت اور اعصاب کی کمزوری مغربی قوموں میں نہیں پیدا ہوتی۔ اس لئے وہ توازن قائم رکھتی ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حالات کے مطابق زندگی کے مختلف شعبوں میں مناسب اور اعتدال پیدا کیا جائے۔

پیغمبر اسلام اور تلوار

"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ"

● ڈاکٹر محمد آصف قدوائی

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ روشنی کی کوئی کرن پھوٹی ہو اور تاریکی نے اسے نگل جانے کی کوشش نہ کی ہو۔ دراصل کسی نئے تخیل یا تحریک کا جھٹلایا جانا اور اس کی مخالفت نہ ہونا اس کی قابلِ تردید صداقت کی دلیل نہیں بسا اوقات اس کے پوچ اور لچر ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔

نور و ظلمت کی یہ کشمکش ابدی ہے ــــ اس کشمکش میں ــ خواہ اس کا تعلق خود اپنے نفس و ضمیر سے ہو یا گرد و پیش کے ماحول اور کل انسانی دنیا سے نور کی حمایت اور ظلمت کی مخالفت میں اپنے امکان بھر حصہ لینا، کوشش کرنا اور ہر طرح کے ایثار کے لئے تیار رہنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس فرض کو اسلامی اصطلاح میں جہاد کہتے ہیں

اسلام دیے تو ابتدا ہی سے مختلف غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا نشانہ رہا ہے، لیکن اس کی جس چیز نے معترضوں کی جبینوں پر سب سے زیادہ شکنیں ڈالی ہیں اور ان کی زبانوں اور قلموں کو جنبش میں لانے کا قوی ترین محرک ہوئی ہے، وہ یہی جہاد کا تصور ہے۔ اکثر غیر مسلم حلقوں میں اس بات کو باور کرنے کا شعوری یا غیر شعوری رجحان پایا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر اپنے دین کی تبلیغ کی اور یہ کہ آپ کی دینی جد و جہد درحقیقت ملک گیری و جہانبانی کا ایک بہانہ تھی جو وقت کے مزاج کے مطابق ہونے کے باعث اپنے اصل مقصد میں خوب کامیاب ہوئی چنانچہ "دی نیو ایجوکیٹر انسائیکلوپیڈیا" (THE NEW EDUCATOR ENCYCLOPAEDIA) جیسی اہم اور مستند کتاب بھی اس بے بنیاد بیان کی حامل ہے کہ "جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا۔ تو انھوں نے اپنے عقائد بزور شمشیر منوانے کی ٹھانی (اور) جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا (بالآخر انھوں نے) پورا ملک عرب فتح کر ڈالا۔"

یہاں جہاد کے نظریہ کی تھوڑی سی تشریح ضروری ہے، جہاد کے معنی عموماً جنگ و قتال کے سمجھے جاتے ہیں، لیکن مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے۔ اس کے اصلی معنی محنت اور کوشش کے ہیں۔ جہاد کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ: "حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جد و جہد، قربانی اور ایثار گوارا کرنا اور ان تمام جسمانی و مالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں، اس راہ میں صرف کرنا، یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی، اپنے عزیز و قریب کے اہل و عیال کی، خاندان و قوم کی جان تک کو قربان کر دینا اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا۔"

تاریخ سے ذرا بھی رسم و راہ رکھنے والوں کو غالباً اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں دشواری نہ ہو کہ کوئی تحریک محض اپنے پیغام کی حقانیت یا اصولوں کی پاکیزگی کی بنا پر کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس کے پیچھے عیش و آرام اور جان و مال کو داؤں پر لگا دینے والوں کی ایک جماعت نہ ہو اور اگرچہ یہ درست ہے کہ کسی تحریک کی کامیابی اس کی صداقت و افضلیت کا ثبوت نہیں ہے مبارک سے مبارک تحریک کامیابی کا منھ اپنے پیروؤں میں مجاہدانہ ذوق پیدا کئے بغیر نہیں دیکھ سکتی۔

فطرت کا یہ راز دنیا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے جانا اور آپ ہی کی بدولت آپ کی امت میں اعلیٰ مقاصد کی خاطر مادی سود و زیاں کے حدود سے گزر جانے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ یہ جہاد بالنفس اور جہاد بالمال ہی کے تصورات تھے جنھوں مسلمانوں کو مکہ میں سخت ترین مظالم کو برداشت کرنے کا کلیجہ عطا کیا۔ وہ تپتی ہوئی ریت پر لٹائے گئے ان کے جسم دہکتے ہوئے لوہے سے داغے گئے، ان کے گلوں پر تلواریں چلیں، تیروں کی ان پر بارش ہوئی بھوک اور پیاس سے آزمائے گئے مگر ان کے عزم و استقلال میں ترقی ہی ہوتی گئی۔ پھر وطن اور عزیز و اقارب سے منھ موڑ کر حبش اور مدینہ کا رخ کرنا پڑا تو کسی کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی، دورِ نبوت کے آخری دس سال مسلمانوں نے مدینہ میں جس طرح تلواروں کے سایہ میں بسر کئے وہ بھی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے جہاد کے معنی صرف تیر و تفنگ ہی کے ذریعہ کوشش کرنے کے نہیں

ہیں بلکہ تمام نیک کاموں کے لئے تمام جائز طریقوں سے سعی کرنا اس کے تحت میں داخل ہے چنانچہ خود اپنے نفس کے خلاف سعی کرنے کو سب سے بڑا جہاد بتایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ سے لوٹ کر آنے والے صحابہ کا ان الفاظ سے استقبال کیا کہ "تمہارا آنا مبارک! تم چھوٹے جہاد (جنگ) سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو، بڑا جہاد بندہ کا اپنے نفس سے لڑنا ہے" ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا "بہترین جہاد یہ ہے کہ تم خدا کے لئے اپنے نفس اور اپنی خواہشوں سے جہاد کرو۔" (سیرت النبی جلد ۱ ص ۴۰۲)

اس طرح تحصیل علم بھی ایک جہاد ہے کیونکہ اس سے ظلمت کی پسپائی ہوتی ہے جو ایمان کی سب سے بڑی دشمن ہے، بعض علماء نے تو اس جہاد کو جہاد بالنفس اور جہاد بالمال پر ترجیح دی ہے اسلام کی عظیم الشان ترقی کا راز دراصل "قرآن اور تلوار" میں نہیں بلکہ قرآن کی تلوار میں تلاش کرنا چاہیئے۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان ۔ ۵۲)

تو کافروں کی باتوں میں نہ آ، اور قرآن کے ذریعہ ان سے جہاد کر، بڑا جہاد۔

ظلم، افلاس، بیماری، توہم پرستی، عصبیت اور تمام دوسرے جسمانی و اخلاقی و روحانی مصائب و معائب کے خلاف محنت و سعی بلیغ جہاد کا مرتبہ رکھتی ہے، ایک ارشاد نبوی یہ بھی ہے کہ: "ایک بڑا جہاد کسی ظالم قوت کے سامنے انصاف کی بات کہہ دینا ہے۔" (ترمذی)

ایک صحابی یمن سے سفر کر کے مدینہ آئے اور دربار رسالت میں حاضر ہو کر لشکر اسلام میں شامل کئے جانے کی خواہش کی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا "تمہارے والدین زندہ ہیں یا فوت ہو گئے؟" انھوں نے بتایا کہ زندہ ہیں، ارشاد ہوا "تو پھر تم ان ہی کی خدمت میں جہاد کرو۔" گویا خدمت والدین بھی جہاد ہے۔

عورتوں نے ایک بار جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی تو انھیں جواب ملا کہ تمہارا جہاد نیک حج ہے۔"

زندگی نرم بھی ہے اور گرم بھی، یا شاعر کی زبان میں "شاخ گل" بھی ہے، اور "تلوار" بھی انسان کو نرم و گرم دونوں قسم کے اخلاق کی حاجت ہے، حلم اور رحم، صبر اور ضبط، عفو اور درگزر بڑی خوبصورت صفتیں ہیں، مگر زندگی کے ہر نشیب و فراز میں یہ دستگیری نہیں کر سکتیں۔

فراؤڈے (FROUDE) نے خوب کہا ہے کہ "تحمل اپنی جگہ پر ایک اچھی چیز ہے، لیکن تم اس کو تو برداشت نہیں کر سکتے جو تم کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے، اور تمہاری گردن قلم کر دینے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔"

پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ ضبط و تحمل کے پیچھے ہمیشہ عقل و شرافت ہی کے عناصر ہوں یہ کیفیات مختلف دماغی و اخلاقی عوامل کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ گبن (GIBBON) نے اس پہلو پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ایک تحمل فلاسفر کا ہے۔ جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں سچے ہیں، دوسرا مورخ کا ہے، جس کی نظر میں سب یکساں جھوٹے ہیں تیسرا سیاست داں کا ہے جو تحمل کو یکساں مفید سمجھتا ہے، ایک تحمل اس شخص کا ہے جو مختلف نظریوں اور طریقوں کو اس بنا پر برداشت کرتا ہے کہ وہ خود تمام نظریوں اور طریقوں سے مطلق بے نیاز ہو چکا ہے، پھر ایک تحمل اس کمزور آدمی کا بھی ہے جو اپنی کمزوری کے باعث ان بزرگوں یا باتوں کی ہر طرح کی توہین و تحقیر برداشت کرنے پر مجبور رہے جنھیں وہ بہت عزیز رکھتا ہے۔"

چنانچہ نرم اخلاق نہ تو ہر حال میں کریم النفسی کا پرتو ہیں اور نہ تمام موقعوں پر زندگی کی بالگ ڈوران کے حوالے کی جا سکتی ہے۔ مشہور انگریز مفکر ہابس (HOBBES) کی رائے میں "فطرت کا اولین قانون یہ ہے کہ امن کو تلاش کیا جائے۔ اور اس کی راہ پر چلا جائے اور دوسرا جو کہ فطرت صالحہ کا خلاصہ ہے یہ کہ ہر ممکن طرح سے ہم اپنی حفاظت کریں۔"

اس نقطۂ نظر کی حمایت میں آسٹریلوی مدبر آر۔ جی۔ کیسے (R-G-CASEY) نے اپنی کتاب "این آسٹریلین ان انڈیا" (AN AUSTRALIAN IN INDIA) میں گاندھی جی کے تصور عدم تشدد پر تنقید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ "یہ تو میری سمجھ میں آ سکتا ہے کہ میں دوسروں کے خلاف تشدد نہ اختیار کروں، لیکن دوسروں کو میں اپنے خلاف تشدد اختیار کرنے سے کیسے باز رکھ سکتا ہوں؟" یعنی دوسرے الفاظ میں عدم تشدد کا نظریہ ایک ناکافی اور نامکمل نظریہ ہے اور اس کے سانچے پر افراد یا قوم کی زندگیوں کو نہیں ڈھالا جا سکتا

ہر فرد اور ہر جماعت کی زندگی میں کچھ مواقع ایسے آتے ہیں کہ اسے حلم، عفو اور اہنسا کے علاوہ ان کے برعکس اخلاقی اوصاف کی بھی ضرورت ہوتی ہے، سقراط سے ایک بار دریافت کیا گیا کہ "کیا انسان کو جنگوں سے نجات نہ مل سکے گی؟" تو اس نے جواب میں کہا کہ "جنگیں اس وقت تک ناگزیر رہیں گی جب تک انسان دیوانگی میں مبتلا رہے گا۔" اسی پر لوگوں نے

سوال کیا "اور انسان دیوانگی میں کب تک مبتلا رہے گا۔ ستر اطنے کہا "ہمیشہ"

خواجہ کمال الدین نے "آئیڈیل پرافٹ (THE IDEAL PROPHET) میں لکھا ہے کہ مذاہب اور ممالک کی تواریخ سے یکساں طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تلوار کو کبھی بالائے طاق نہیں رکھا گیا ہے، ہندو اوتاروں اور اسرائیلی سرداروں نے اسے بے نیام کیا کیونکہ نہ تو اسرائیلی قانون اور نہ ہندو دھرم کسی معنوں میں اہنسا کا پرچار کرتا ہے۔ امن کے شاہزادہ کا بھی یہی اعلان تھا کہ وہ دنیا کو امن نہیں بلکہ تلوار دینے آیا تھا۔ وہ قانون اور پیغمبروں (کے کاموں) کو پورا کرنے آیا تھا۔ اس کے مذہب کے اصول تلوار کے استعمال کی اجازت دیتے تھے۔ اور اس کے (سلسلہ کے) پیغمبروں نے جنگیں لڑیں تھیں درحقیقت وہ تلوار ضرور اٹھاتا۔ اگر مناسب وموافق موقع پیش آتا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اور اگر اس نے پطرس کو تلوار بے نیام کرنے سے باز رکھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ وقت نامناسب تھا۔ اور تشدد کے استعمال سے اس کو اور اس کے پیروؤں کو زیادہ نقصان پہنچ جاتا۔ اس کے علاوہ جو حضرت عیسیٰ خود نہ کر سکے۔ وہ ان کے پیروؤں نے پوری مستعدی اور تندہی سے کر ڈالا ہے۔ اور اس طرح ان کے الفاظ کی صداقت خطۂ خاک اندازمیں ثابت کر رہے ہیں، مسیحیہ (کرائسٹنڈم) کے مادی اور ذہنی وسائل کا بڑا حصہ ان ذرائع کی ایجاد میں صرف ہو رہا ہے جو ساری دنیا کو بہترین طور پر آگ اور تلوار کے حوالے کر سکیں۔"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو تلوار کا صحیح استعمال بتایا۔ بعض صورتیں یقیناً ایسی ہوتی ہیں جن میں ہتھیار اٹھانا ایک اخلاقی ضرورت بن جاتا ہے۔ مثلاً جب آزادی پر چوطرفہ حملے ہونے لگیں، یا عبادت گاہیں خطرہ میں پڑ جائیں، یا ابن آدم کی آبرو اور جان اور مال کی کوئی قیمت نہ رہ جائے تو محض تماشائی بن کر تو نہیں دیکھا جا سکتا لیکن بدقسمتی سے تلوار کا استعمال اکثر غلط ہی ہوا ہے خدا کے رسول کا اس طرح یہ فرض تھا کہ وہ امن و جنگ کے موقعوں کو الگ الگ کر کے دکھائے، اور دنیا کی ہدایت کے لئے میدان جنگ کے اخلاقیات کا بھی ایک مکمل اور جامع دستور العمل بہم پہونچائے۔

۲۔ اسلام نے حق کی حمایت اور باطل کی شکست کے لئے جنگ کرنا جائز قرار دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجبور ہو کر تلوار سے کام لینا پڑا، مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا کہ اسلام کی کامیابی کی کہانی درحقیقت جنگ و جبر کی کہانی ہے اور لشکر کشی کا اصل مقصد یہ تھا کہ دین کی آڑ لے کر سلطنت و حکومت کی ہوس پوری کی جائے۔ محض بہتان اور تاریخ کو جھٹلانے کی ایک گندی سازش ہے۔

اسلام ایک استدلالی اور عقلی مذہب ہے، اس کے تبلیغ و دعوت کے اصول حکمت اور دانشمندی، وعظ اور نصیحت اور بحث و مباحثہ پر قائم ہیں، پیغمبر اسلام پر جو صحیفۂ ربانی نازل ہوا اس نے عقل انسانی کو مخاطب کیا اور غور و فکر اور فہم و تدبر کی دعوت دی، پھر جو مذہب اپنی اشاعت کے لئے دعوت و تبلیغ کا راستہ اختیار کرتا ہو۔ اور سوچنے اور سمجھنے کا لوگوں سے مطالبہ کرتا ہو۔ وہ کیونکر جبر اور زبردستی کی تدبیر سے کام میں لا سکتا ہے۔ اسلام نے صرف یہی نہیں کیا۔ کہ دین کی جبری اشاعت کی مذمت کی بلکہ اس نے یہ نکتہ بھی سمجھایا کہ مذہب رضا و رغبت کی چیز ہے اس کا تعلق قلب و روح سے ہے۔ اور قلب و روح کو بزور شمشیر تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔ ایمان دراصل یقین کا دوسرا نام ہے، اور دنیا کی زبردست سے زبردست طاقت جبراً کسی کمزور سے کمزور انسان کے دل میں بھی یقین کا ایک ذرہ نہیں پیدا کر سکتی۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف - ۲۹)

اور کہدے کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے تو جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے انکار کرے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (البقرہ - ۲۵۶)

دین میں کوئی زبردستی نہیں حقیقت گمراہی سے الگ ہو چکی۔

نبی کا کام لوگوں کو روشناس کرا دینا ہے ان کو زبردستی منوانا نہیں۔

اِنْ عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۚ (المائدہ - ۹۲)

ہمارے نبی پر بس یہی فرض ہے کہ وہ صاف صاف ہمارا پیغام پہونچا دے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۙ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۚ (الغاشیہ ۲۱-۲۲)

اے پیغمبر تو صرف نصیحت کرنے والا ہے تو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ (الشوریٰ - ۴۸)

پھر اگر وہ اسلام سے انکار کریں تو اے پیغمبر ہم نے تجھ کو ان پر گماشتہ بنا کر نہیں بھیجا تیرے ذمہ صرف پیغام کو پہونچا دینا ہے۔

اگر خدا کو دین کی یہ جبراشاعت ہی منظور ہوتی تو وہ یقیناً اس پر قادر تھا کہ وہ تمام لوگوں کو مسلمان بنا دیتا لیکن اس کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ اس کے بندوں کو مذہب کے معاملہ میں پوری آزادی ہو اور عقل اور بصیرت والے چشمۂ نور سے فیضیاب ہوں اور نافہم محروم رہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس - ۹۹)

اگر تیرا پروردگار چاہتا کہ (لوگوں کو زبردستی مومن بنا دے) تو زمین کے سب لوگ ایمان لے آتے تو کیا پیغمبر تو لوگوں پر زبردستی کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں؟

قرآن مجید میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں کسی کافر کو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم دیا گیا ہو۔ قرآن کی ہدایت بالکل اس کے برعکس ہے

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (التوبہ - ۶)

اور اگر (لڑائی میں) کوئی مشرک تجھ سے پناہ کا طالب ہو تو اس کو پناہ دے یہاں تک کہ وہ خدا کا کلام سن لے پھر اس کو وہاں پہونچا دے کہ جہاں وہ بالکل بے خوف ہو کر رہ سکے کہ یہ لوگ بے علم ہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی میں کوئی واقعہ ایسا ملتا ہے۔ جو دین کی جبری اشاعت کی طرف اشارہ کرتا ہو، اس کے برخلاف نرمی حسن خلق صداقت و سخاوت عفو و حلم کے ذریعہ پتھر کو موم بنا دینے کے لاتعداد واقعات البتہ آپ کے صحیفۂ حیات کے تمام اوراق میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں

مثلاً غزوۂ خیبر کے دوران جب آپ نے علم خاص حضرت علیؓ کو عنایت فرمایا تھا، تو انھوں نے دریافت کیا "یہودیوں کو لڑ کر مسلمان بنالیں" آپ نے فرمایا "نرمی کے ساتھ ان کے سامنے اسلام پیش کرو، اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت پر ایمان لے آئے تو یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

اسی طرح جب فتح مکہ کے بعد آپ نے حضرت خالد کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا تو صاف ہدایت کر دی تھی کہ صرف دعوت دین مقصود ہے، جنگ نہیں اور جب اس کے باوجود حضرت خالد نے تلوار سے کام لیا تو آپ نے سخت ناپسند کیا اور قبلہ رو کھڑے ہو کر فرمایا "اے خدا خالد نے جو کچھ کیا ہے اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے۔" پھر آپ نے خوں بہا ادا کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا اور انھوں نے ایک ایک بچہ کا یہاں تک کہ کتوں کا بھی خون بہا ادا کیا۔ (تاریخ طبری جلد سوم)

اسلام اور تلوار کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کارلائل (THOMAS CARLYLE) نے لکھا ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوار کے زور سے اپنے دین کی اشاعت کرنے کا بہت چرچا کیا گیا ہے، تلوار بیشک! مگر تم کو تلوار ملے گی کہاں؟ ہر نیا خیال اپنی ابتدائی منزل میں ایک کی اقلیت میں ہوتا ہے، وہ صرف ایک ہی شخص کے ذہن میں نشو و نما پاتا ہے دنیا بھر میں صرف ایک ہی شخص اس پر یقین رکھتا ہے، اور تنہا وہ ایک شخص تمام اشخاص کے مقابل ہوتا ہے، اس شخص کا تلوار ہاتھ میں لے کر اس کی اشاعت کرنے لگنا کچھ بھی مفید نہ ہو سکے گا۔"

قتل و غارت، خونریزی اور بدامنی سے زیادہ خدا کو کوئی چیز ناپسند نہیں ہے، قرآن کی تعلیم کے مطابق رسولوں کی بعثت کا ایک خاص مقصد دنیا میں امن و امان کا قیام اور جان و مال اور آبرو کی حفاظت کا انتظام بھی تھا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ (المائدہ - ۳۲)

اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل کو لکھ دیا تھا کہ جس شخص نے ایک جان کو بغیر بدلے یا زمین میں فساد کے قتل کیا اس نے گویا سارے عالم کو قتل کر ڈالا۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرہ - ۲۰۵)

اور جب وہ پھر کر جاتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتی اور نسل برباد کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ (بنی اسرائیل - ۳۳)

خدا نے جس جان کو حرام کیا ہے اس کو ناحق نہ مارو۔

اسلام میں نیک و بد کی تشخیص صرف علم و عقیدہ تک محدود نہیں ہے، وہ بدی کے استیصال اور نیکی کی نصرت کی خاطر عملی جدوجہد کا بھی مطالبہ کرتا ہے، اس کی تدبیروں بتاتا ہے، اور اس سلسلہ میں احکام صادر کرتا ہے، اسلام کا عملی اسلوب فکر انسانی کمزوریوں کو نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہ کمزوریاں ہمیشہ صرف پند و نصیحت ہی کے ذریعہ مٹائی یا دبائی نہیں جا سکتی ہیں، اور بعض اوقات امن کا مقصد بھی جنگ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ایسے مواقع آئے جب تلقین و وعظ کے ساتھ زور بازو سے کام لینا ناگزیر ہو گیا۔ اور اگر ان صورتوں میں بھی آپ خونریزی سے احتراز فرماتے تو دنیا کے لئے ایک ایسی مثال چھوڑ جاتے جس پر اول تو عمل کرنا ممکن ہی نہ ہوتا اور اگر بفرض محال وہ عامل ہو بھی جاتی تو چند ہی صدیوں میں اس کی شکل ایسی مسخ ہو جاتی کہ تہذیب و تمدن کا نکھار ڈھونڈھنے پر بھی نظر نہ آتا۔

اسلام جنگ کی اجازت نہیں دیتا ہے، مگر صرف ایک عمل جراحت کے طور پر یعنی ایک ایسی رکاوٹ کو دور کرنے کی غرض سے جو معمولی تدابیر سے دفع نہ ہو سکے، گویا جنگ ایک ناپسندیدہ ضرورت ہے، ایک بلند اور مستحسن مقصد کے حصول کی آخری تدبیر، اس طرح اسلام جنگ کو بہیمانہ۔

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

کیتھولک تحریک کی ایک خاتون ممبر

اریکا کا قبول اسلام

ترجمہ ——— مسعود حسن حسنی

سوال :۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کے کیا اسباب ہیں؟

جواب :۔ میں اپنے شہر میں کیتھولک تحریک کی ممبر تھی میرا مشغلہ بچوں کی تعلیم تھا میں ان کو دین مسیح کی تعلیم دیتی تھی، اس وجہ سے دین کے سلسلہ میں اپنے مذہب پر سختی سے عامل تھی اور اس کی تعلیمات سے خوب واقف تھی، دین مسیح کی تعلیم سے وابستہ ہونے کی وجہ سے مجھے بعض وقت ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا تھا جن کا جواب مجھے خود اپنے نزدیک تشفی بخش نہیں معلوم ہوتا تھا۔ عقیدہ کے بارے میں بھی میرے اندر سوالات اٹھتے تھے، جن کے بارے میں اپنے کو مطمئن نہ کر سکتی تھی، مجھے یہ بات عجیب لگتی تھی کہ مسیح بشر بھی ہیں اور خدا بھی، اور خدا ایک ہی ہے اور تین بھی؟ ہماری طرف سے ہمیشہ اس کا جواب یہی ہوتا کہ بغیر بحث و مباحثہ کے اس امر پر تمہارا ایمان لانا ضروری ہے۔

پھر ہمیشہ میں کلیسا کی دعا کے طریقہ سے غیر مطمئن رہی، ہم واسطہ سے دعا کرتے ہیں حقیقتاً اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے۔

سوال :۔ کیا یہی وہ امور تھے جنھوں نے آپ کو دوسرے دین کی تلاش و جستجو پر آمادہ کیا؟

جواب :۔ جب بھی میں نے غور و فکر کیا تو مجھے تحقیق کی ضرورت محسوس ہوئی، ایک دن طلبہ کے سامنے ہی میں ان شکلوں اور مورتیوں کا جو ہمارے یہاں رائج ہیں انکار کر بیٹھی، میں نے کہا کہ ہم ان مورتیوں کی عبادت کرتے ہیں، ہمیں خدا کی عبادت کرنی چاہیئے، میرے اس جواب پر کلیسا کے ذمہ دار ناراض ہونے لگے۔

سوال :۔ پھر آپ نے تعلیم کیوں چھوڑ دی؟

جواب :۔ میرے اندر شکوک و شبہات میں اضافہ ہوتا گیا، اور یہ میرا حق تھا کہ میں عقل کا استعمال کروں (عقلمندی سے اور دانشمندی سے کام لوں اور خوب غور و فکر کر لوں) اس سے مجھ کو کوئی روک نہیں سکتا، کسی کو یہ حق نہیں حاصل کہ مجھے غور نہ کرنے سے روکے۔ آخر کلیسا میں لوگوں نے مجھ سے کہا، ہمارے یہاں دین میں جبر و اکراہ نہیں اور انھوں نے میری آزادئ فکر کا احترام کیا۔

سوال :۔ اسلام سے آپ کو کیا واقفیت حاصل ہوئی؟

جواب :۔ تعلیم ترک کرنے کے بعد سے مسلسل میں پریشانی میں مبتلا رہی آخر کار تیونس کے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی اور وہی بعد میں میرے شوہر ہوئے، انھوں نے مجھے اطالوی زبان میں قرآن کا ترجمہ دیا اور بعض کتابیں جو اسلام سے متعلق تھیں مجھے دیں۔ میں نے اسلام کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔

سوال :۔ یہ کس سن کی بات ہے؟

جواب :۔ یہ ۱۹۹۳ء کی بات ہے۔

سوال :۔ قرآن میں آپ نے کیا پایا (کیا محسوس کیا؟)

جواب :۔ صحیح توحید اور الٰہ واحد کا تصور جس کی مجھے تلاش تھی اور عبادت کا طریقہ کہ کیسے ہمیں ایک رب کی عبادت کرنی چاہیئے (ہمیں یہ سب قرآن میں مل گیا) میں نے قرآن کا گہرائی سے مطالعہ کیا یہاں تک کہ میرا دل اسلام کے لئے منشرح ہو گیا اور بالآخر میں نے ۴۷ سال کی عمر میں ۱۱ ستمبر ۱۹۹۸ء کو اپنے آبائی وطن اٹلی میں اسلام قبول کر لیا۔ اسلام سے پہلے میرا نام اریکا تھا۔ اور اسلام کے بعد میرا نام عائشہ رکھا گیا۔

سوال :۔ کیا آپ تیونسی شخص سے شادی کرنے کے لئے اسلام میں داخل ہوئیں؟

جواب :۔ ہرگز نہیں، بلکہ میں مسلمان سے اسلام لانے کی وجہ سے شادی کی ہے، نہ کہ اس کے برعکس، اسلام سے واقفیت پیدا کرنے کے سلسلہ میں میرے شوہر نے میری مدد کی، اور اس دین کے سمجھنے میں مجھے اپنے مطالعہ پر اعتماد ہے، اور تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں جس نے اسلام کو مجھ پر منکشف کیا اور مجھے ہدایت سے سرفراز فرمایا۔

سوال :۔ آپ نے قرآن میں عورت کے بارے میں کیا پایا؟

جواب :۔ میں نے قرآن میں عورت کا بہت زیادہ احترام پایا (قرآن نے عورت کو نہایت بلند مقام عطا کیا ہے) اور عورت کو معاشرہ میں ایک بڑا کردار عطا کیا ہے۔ اور اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں اس کو قائدانہ اور مربیانہ رول عطا کیا ہے۔ اور خاندان کی تشکیل میں اس کو مرد کا شریک بنایا ہے۔

سوال :۔ کیا آپ کے نزدیک موجودہ دور میں عورت کو قیادت کا کردار حاصل نہیں ہے؟

جواب :۔ ہمارے نزدیک عورت کا کردار معطل ہو کر رہ گیا ہے، مغربی معاشرہ عورت کو

صرف ایک زاویہ سے دیکھتا ہے۔ اور وہ زاویہ یہ ہے کہ وہ خاندان کی اقتصادی حالت کی درستگی کے لئے کام کرے۔

جہاں تک اس کے اپنی اولاد کی تربیت کے کردار کا تعلق ہے تو وہ فوت ہو چکا ہے، تمام دن وہ گھر سے غائب رہتی ہے اور معاشرہ کی تشکیل میں اس کا کوئی کردار نہیں ہے، اس کی ذمہ داری صرف اقتصادی ہے۔

سوال :۔ تیونس میں آپ نے مسلمان عورت کو کیسا پایا؟

جواب :۔ مجھ کو مسلمان عورتوں کی حالت پر افسوس ہے، وہ اسلام اور قرآن کی تعلیمات پر عامل نہیں ہیں انھوں نے قرآن کے احکام کو پس پشت ڈال دیا قرآن کے احکام پر بحث و مباحثہ کی گنجائش نہیں جہاں تک عورت کی آزادی (آزادئ نسواں) کے تصور کا سوال ہے کہ وہ برہنہ نکلے تو میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ میں کہتی ہوں کہ عورت کی آزادی خدا کی بتائی ہوئی تعلیمات میں ہے، اگر معاشرہ اپنے آپ کو قرآن کے مطابق ڈھال لے تو عورتوں کی زندگیاں زیادہ بابرکت ہو جائیں گی اور عورتوں کے حالات سدھر جائیں۔

سوال :۔ آپ نے ان لوگوں (تیونسی معاشرہ) کو اسلام کے خلاف عمل کرتے ہوئے دیکھا لیکن پھر بھی اسلام ایک عظیم مذہب کے طور پر آپ کے دل میں باقی رہا؟

جواب :۔ اس میں اسلام کا کیا قصور ہے۔ مثلاً میرا شوہر میرے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو اس سے اسلام کا کیا تعلق، یہ اس کی غلطی ہے، دین کی تعلیمات کھلی ہوئی اور واضح ہیں۔ اور قرآن کی تعلیمات بھی واضح ہیں۔ ہم فرشتوں جیسے نہیں ہیں کہ ہم غلطی نہ کریں، لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم سے بڑی غلطیاں نہ سرزد ہوں۔

سوال :۔ اسلامی دعوت کے سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا آپ اٹلی والوں کو قرآن کی تعلیم کی دعوت دیں گی؟

جواب :۔ میں لوگوں کو خاص طور سے اٹلی والوں کو بغیر کسی بحث و مباحثہ کے اسلام کی دعوت دونگی اس لئے کہ وہ میرے اس اسلامی لباس کو دیکھتے ہیں جس پر مجھے فخر ہے اور جسے میں باعزت سمجھتی ہوں وہ میرے لباس پر تعجب کرتے ہیں اور مجھ سے پوچھتے ہیں تم ایسا لباس کیوں پہنتی ہو، تم نے اپنا لباس کیوں نہیں بدلا، اسلام کیسا مذہب ہے۔ میں کسی بھی شخص کو قرآن دینے سے اس لئے خوف محسوس کرتی ہوں کہ کہیں وہ قرآن کے ساتھ بے ادبی کا معاملہ نہ کرے، جس وقت مجھے یقین ہو جائے گا کہ وہ (قرآن کے ذریعہ) اسلام سے واقفیت حاصل کریں گے تو میں ان کو قرآن تحفہ میں دوں گی، میں ایک نوجوان لڑکی سے ملی جس کو میں پہلے عیسائیت کی تعلیم دیتی تھی، اس نے مجھ سے سوال کیا، یہ نیا دین کیا ہے؟ (اس سے آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مغرب نے اپنی قوم کو اسلام سے کس قدر دور کر رکھا ہے کہ اسلام کی واقفیت ہی نہیں ہے، پھر اس میں خود مسلمان داعیوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ انھوں نے دعوت اسلامی کے کام میں نہایت کوتاہی برتی ہے ورنہ اسلام ایسا دین ہے کہ آج اگر اسلامی دعوت کا کام صحیح طریقہ سے انجام دیا جاتا تو اسلام سارے عالم میں پھیلا ہوا ہوتا) میں نے اس سے کہا کہ میں نے کائنات کے سلسلہ کے تمام جوابات قرآن سے حاصل کئے ہیں اور میں تم کو قرآن کے سلسلہ میں گفت گو کرنے کی دعوت دیتی ہوں، چنانچہ ہماری گفت گو مسلسل جاری رہی اور وہ اسلام سے بہت قریب ہو گئی۔

سوال :۔ میں نے آخری سوال کیا کہ بہن عائشہ کیا آپ مسلمانوں کو کچھ نصیحت کریں گی؟

جواب :۔ میں ہر اس مسلمان عورت کو پسند کرتی ہوں جس کو اپنے دین پر فخر ہو۔ اور جو معبود کے حکموں کو سختی سے پکڑے ہوئے ہو۔ اور مسلمان عورتوں کو پیغام دیتی ہوں کہ اے مسلمان عورتو! تم ضائع نہ ہو، قرآن کریم کی صورت میں جو چیز تمہارے سامنے اور تمہارے پاس ہے اگر یورپین عورتیں اور نوجوان لڑکیاں تمہارے پاس موجود اس خزانہ سے واقف ہو جائیں تو وہ تم سے اس کو لینے کے لئے جنگ پر آمادہ ہو جائیں گی۔

شیخ بن باز کی وفات پر اظہار تعزیت

۲۵ مئی ۱۹۹۹ء کو دہلی میں جامعہ نگر کے دار القضا ہال میں رابطۂ ادب اسلامی کی جانب سے مفتی محمد کامل کی صدارت میں سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز کی وفات پر ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ میں شیخ کے حالات و افکار اور علمی و دینی کارنامے تفصیل سے بیان کئے گئے

تعزیتی جلسہ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طلبہ و اساتذہ کے علاوہ صدر رابطۂ ادب اسلامی دہلی پروفیسر محمد اجتباء ندوی، پروفیسر شفیق احمد ندوی اور ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی شریک ہوئے اور شیخ کی دینی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔
NOTE BOOK
حرمین
اُردو کاپی
ملنے کا پتہ :-
مکتبۃ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر لین ورمارڈ
امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۸ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

امریکا مسلم دنیا کے ساتھ اشتراک عمل کا خواہاں

"ہم کو سوو سے مشرق وسطیٰ اور ایشیا تک جو کچھ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے لئے امریکا اور اسلامی امت کے درمیان تعلقات انتہائی اہمیت رکھتے ہیں۔ مسلم دنیا کے ساتھ ہمارے روابط میں کافی حد تک بہتری آئی ہے لیکن ابھی بھی ہمیں ایک لمبی مسافت طے کرنی ہے۔"

یہ بیان امریکی صدر بل کلنٹن کے قومی سلامتی سے متعلق امور کے مشیر سیموئیل آر برگر کا ہے، جنہیں امریکی مسلمانوں کی ایک نمائندہ تنظیم امریکن مسلم کونسل کے آٹھویں سالانہ کنونشن میں اظہار خیال کی دعوت دی گئی تھی۔ اس اجلاس کا ایک اہم حصہ امریکی حکومت کے عہدیداروں اور ارکان پارلیمان کے ساتھ تبادلۂ خیال اور امریکی مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے اہمیت رکھنے والے داخلہ اور خارجہ امور پر مباحثہ بھی تھا۔ اس موقع پر کونسل نے "کیپٹول ہل" میں ایک ڈنر کا اہتمام بھی کیا تھا جس میں ۲۰ ارکان پارلیمان نے شرکت کی۔

اس اجلاس میں اپنی تقریر میں مسٹر سیموئیل برگر نے کہا کہ امریکی مسلمانوں کو امریکہ اور عالم اسلام کے درمیان رابطے اور ایک پل کی حیثیت حاصل ہے اور اس حیثیت میں وہ انتہائی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ "آپ بخوبی سمجھتے ہیں کہ بیرون ملک میں ہماری پالیسی کا فوری اثر کیا ہوگا۔ ہمارے اقدامات کے لئے آپ کی حمایت سے یا کمی سے ہماری سوچ سے آپ کی واضح آشنائی سے ہماری پالیسی کو تقویت پہونچتی ہے اور اس کی کامیابی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔"

برگر نے کہا کہ کلنٹن انتظامیہ نے دنیا بھر میں مسلم برادری سے رابطہ قائم کیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ صدر کلنٹن کے یہاں اسلام کے تئیں احترام اور اس کی اہمیت کا احساس دو حقیقتوں کے اعتراف پر مبنی ہے، ایک یہ کہ دنیا کی ایک چوتھائی آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور دوسرے یہ کہ خود امریکی سماج میں، جہاں اسلام دیگر تمام مذاہب کے مقابلہ میں سب سے تیزی کے ساتھ فروغ پذیر ہے، مسلم عنصر تیزی سے اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ صدر اور خاتون اول نے اسلام اور مسلم امت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی مختلف طریقوں سے کوشش کی ہے، جس میں انڈونیشیا سے وسط ایشیا اور افریقہ تک کے مسلم ممالک کے دورے شامل ہیں۔

اس تمام تگ و دو کا مقصد یہ ہے کہ مسلم ممالک سے ہمارے تعلقات مستحکم ہوں اور ہم ان کے ساتھ مل کر کام کر سکیں۔

برگر نے بعض فرسودہ تصورات کی موجودگی کو ایک ناقابل تردید حقیقت کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام میں اب بھی یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ امریکہ مسلمانوں اور عربوں کا مخالف ہے جبکہ ادھر (امریکہ میں) یہ غلط فہمی موجود ہے کہ اسلام انتہا پسندی اور دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے۔ دونوں طرف کافی غلط فہمی اور بدگمانی پائی جاتی ہے۔ ہمیں ان تعصبات کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اپنے مستقبل کے مطلوبہ اہداف یعنی امن، عزت نفس اور تعاون کے فروغ کے لئے اشتراک عمل کا راستہ نکالنا چاہئے۔

انھوں نے کہا کہ متعدد مسلم ممالک میں ہمارے بارے میں بدستور شکوک و شبہات موجود ہیں۔ لیکن تسلط پسندی اور "شیطان اکبر" جیسے تصورات قائم نہیں رہیں گے۔ دراصل امریکا کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حکومتیں اور معینتیں اس صورت میں زیادہ بہتر کارکردگی کی حامل ہوتی ہیں جب افراد کو اپنے بارے میں سیاسی اور معاشی فیصلے کرنے کا اختیار و استحقاق حاصل ہوتا ہے۔

لیکن یہ امریکی موقف کوئی ایسا تنگ نظریاتی لبادہ نہیں ہے جسے ہم بعینہٖ دوسروں پر تھوپنا یا منڈھنا چاہتے ہوں۔ اس کے بجائے ہم مسلم ممالک کی اس امر میں مدد کرنے کے خواہش مند ہیں کہ وہ مذکورہ تصور کو اپنے طور پر اور خود اپنے شرائط و معیار.... کے مطابق برت کر دیکھیں۔

اسلام کے تعلق سے فرسودہ مفروضات کو دور کرنے کے ضمن میں صدر کلنٹن کی جانب سے کی گئی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے برگر نے یاد دلایا کہ صدر کلنٹن نے ستمبر ۱۹۹۸ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے اپنے کلیدی خطاب میں دہشت گردی کے بارے میں یہ بات زور دے کر کہی تھی کہ بہت سے امریکی غلط طور پر دہشت گردی کو اسلام سے منسلک کر دیتے ہیں۔ صدر نے جو کچھ کہا تھا وہی ہمیشہ سے ہمارا موقف ہے کہ ہم دہشت گردی اور (اس کے نتیجے میں) بے گناہ لوگوں کو نشانہ بنائے جانے سے نفرت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں صدر نے تفصیل سے یہ بات واضح کی تھی کہ اسلام اور امریکہ کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔

انھوں نے کہا کہ بوسنیا اور کوسوو (میں ہمارے اقدامات) سے اس دعوے کی قلعی کھل گئی ہے کہ مغربی اور اسلامی ممالک کے درمیان کسی قسم کا تہذیبی تصادم ہے۔ کوسوو کے واقعے اتنا تو

غیر مشکوک طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ مغربی اور اسلامی ممالک برائی کے خلاف جدوجہد اور بے قصور افراد کے تحفظ کے لئے متحد ہو سکتے ہیں، خواہ ان کا پس منظر کچھ بھی ہو۔ "تہذیبوں کے ٹکراؤ" کا کوئی وجود نہیں ہے۔ البتہ قدروں کا ایک ٹکراؤ ضرور ہے جو ایک طرف امن و خوشحالی پر مشتمل مستقبل کی تعمیر کے لئے کوشاں اور دوسری طرف تشدد اور منافرت کے بل پر طاقت کے حصول کے لئے سرگرداں فریقوں کے درمیان جاری ہے۔

مسٹر برگر نے مزید کہا کہ اگر ہم اپنے ساتھی مسلم ممالک کے شانہ بہ شانہ مثبت تبدیلیوں کے لئے جدوجہد کریں اور مسائل پر کماحقہ توجہ دیں تو ہم تہذیبوں کے ٹکراؤ جیسے نظریے ہمیشہ کے لئے نابود کر سکتے ہیں۔ اس عمل سے ہم خود اپنی مدد کریں گے اور خود اپنی تاریخ کا یہ سبق تازہ کریں گے کہ مختلف عقائد کے پیروکاروں کو باہم مل کر رہنا چاہئے، خواہ وہ ایک دوسرے کی تمام باتیں پسند نہ کرتے ہوں۔

انھوں نے کہا کہ کوسوو معاملے کی اتنی زیادہ اہمیت اس بناء پر بھی ہے کہ اس سے دوسرے علاقوں میں بہت سے لوگ سبق سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ اگر ہم موجودہ صدی کے خون خرابوں کے بجائے نئی صدی میں امن و سکون سے رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دینی چاہئے کہ ایک قوم کسی دوسری قوم کو مذہب اور نسل کی بنیاد پر اس کے شرف انسانی سے محروم کر دے۔

(بقیہ) پیغمبر اسلام اور تلوار

کشت و خون کی سطح سے اٹھا کر عبادت کے مقام پر پہونچا دیتا ہے، جو جنگ اس عظیم اور ارفع معیار پر نہ آسکے۔ وہ سراسر قابل نفرت اور رسوائی کا باعث ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدارس کے نام
حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کا مکتوب

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسلمانوں میں اسراف کی جو وبا آئی ہوئی ہے شادیوں اور دیگر تقریبات میں جس طرح اسراف و تبذیر، جاری ہے، غیر اسلامی رسوم کی پابندی کی جا رہی ہے وہ کسی بھی قوم و ملت کے لئے تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے، جس قوم کے لاکھوں افراد نان جویں کے محتاج ہوں اور ستر پوشی کے لباس سے بھی عاری ہوں، اہل ثروت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دولت کا بے جا استعمال کر رہے ہوں جبکہ ہمارے ملی ادارے کمپرسی کا شکار ہیں قوم کے افراد قرض لے کر دھوم دھام سے شادیاں کر رہے ہیں وہ غیر شرعی رسوم کی پابندی اور غلط رواجوں کی بجا آوری کو اپنا فرض اولیں سمجھ رہے ہیں ایسی صورت میں اس قوم کا مستقبل کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ان خطرناک اور تباہ کن حالات کو دیکھ کر اپنی ذمہ داری سمجھی کہ وہ اصلاح معاشرہ کے کام کا بار اٹھائے اور ملت کو ان خطرناک نتائج سے آگاہ کرے جو اس ہلاکت آفریں راستہ پر چل کر سامنے آرہے ہیں۔

ندوۃ العلماء نے اس سلسلہ میں ایک سرگرم شعبہ "اصلاح معاشرہ" کا قائم کر دیا ہے اور آپ چونکہ ندوۃ العلماء کی تحریک اور پیغام سے متعلق بلکہ اس کا ایک حصہ ہیں، اس لئے آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس اہم کام کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیے اور اپنے ادارہ میں شعبہ اصلاح معاشرہ کا قیام عمل میں لائیے اور اس کا رابطہ ندوۃ العلماء کے شعبہ اصلاح معاشرہ سے قائم کیجئے۔

امید ہے کہ آپ اس سلسلہ میں فوری اقدام کر کے کنوینر شعبہ اصلاح معاشرہ ندوۃ العلماء پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ کو مطلع کریں گے اور مستقل رابطہ قائم رکھیں گے، جلد ہی ایک مفصل نقشہ برائے تحریک اصلاح معاشرہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا جائے گا۔

سید ابو الحسن علی حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جدید فیشن اور اعلیٰ ڈیزائن اور کندن کے زیورات کا واحد مرکز

حاجی صفی اللہ اینڈ سنس جیولرس

قائم شدہ ۱۹۴۰ء

ممتاز ڈگری کالج کے پیچھے جوتے والی گلی، امین آباد لکھنؤ

برانچ:۔ نگینہ مارکیٹ، جو کشمیر بینک کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

فون امین آباد: 213736 رہائش فون: 260177

" اکبری گیٹ: 260845 " " 251514 — 265536

اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا

ہالینڈ کے مستشرق رود بیتزر کا قول

• محمد احمد ندوی

ہالینڈ کے ممتاز مستشرق ڈاکٹر رود بیتزر جو استرادام یونیورسٹی میں تاریخ اسلامی کے استاد ہیں، انھوں نے مغربی ذرائع ابلاغ کے اس پروپیگنڈہ کی کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی حکومت اور دین اسلام کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیئے مزید انھوں نے کہا کہ تاریخ کے اوراق اس پر شاہد عدل ہیں کہ کبھی کسی مذہب کے ماننے والے کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ بلکہ جس نے بھی مذہب اسلام کو اختیار کیا اپنی مرضی سے اور پورے شرح صدر کے ساتھ اختیار کیا۔ ان ممالک کی تاریخ کا جائزہ لیجئے جو اسلام کے زیر نگیں تھے۔ مسلمانوں کی وہاں حکمرانی تھی۔ مگر کتنی قومیں تھیں جو اپنے آبائی مذہب اور اپنے عقیدہ پر باقی رہیں انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اور اگر انھوں نے اسلام قبول بھی کیا۔ تو جبر و اکراہ کی بنا پر نہیں بلکہ مذہب اسلام کے محاسن و خوبیوں کو دیکھ کر اور پھر اسلام ان کے نہاخانے میں ایسا سمایا اور ایسا پیوست ہوا کہ اسلامی حکومتوں کے زوال کے بعد بھی انھوں نے مذہب اسلام سے اپنی وابستگی کو برقرار رکھا۔

انھوں نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مغربی ممالک اس وقت بڑے ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہیں مذہبی حیثیت ان کی اس قدر کمزور ہو چکی ہے کہ کافی تعداد میں لوگ اپنے قدیم و آبائی دین کو ترک کر کے کسی دین جدید کی تلاش میں ہیں جبکہ اس کے برعکس اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے اندر ایک قسم کی مذہبی بیداری پائی جاتی ہے وہ اسلامی شعائر کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ ان کے اندر دینی رجحان روز افزوں ہیں اور جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ یورپ کے باشندے مذہب اسلام کو مغربی تہذیب و کلچر کے لئے خطرہ خیال کرتے ہیں تو یہ ایک بے بنیاد و لغو بات ہے یورپی ممالک کا کوئی باشندہ اس فکر و خیال کا حامل نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کو مغربی تہذیب کے حق میں خطرہ سمجھنے والے چند سیاسی لوگ ہیں جو اپنے سیاسی مفادات کو مدنظر رکھکر مغربی عوام کو اسلام کے خلاف ورغلاتے رہتے ہیں بالخصوص اس غلط فکر کو رائج کرنے میں وہاں کی تنظیموں اور ذرائع ابلاغ کا بڑا رول ہے اور وقتاً فوقتاً میڈیا اسلام اور مسلمانوں کی طرف ایسی ناشائستہ باتیں منسوب کرتا رہتا ہے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا مگر اب ادھر بعض منصف دانشوروں کی طرف سے کچھ ایسے اقدامات ہو رہے ہیں جو اسلام کے حق میں خوش آئند ہیں خاص طور سے ہالینڈ کے تمام مدارس کے نظام تعلیم میں بعض مناسب ترمیمات و اصلاحات کی گئی ہیں جن سے اسلام کے رُخ روشن کے نمایاں ہونے کے امکانات روشن ہوں گے۔

انھوں نے کہا کہ میں اپنے طور پر اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو مختلف انداز سے دور کرنے کی مستقل کوشش کرتا رہتا ہوں ہالینڈ کے مختلف اخبارات و جرائد میں اسلام کی صحیح تصویر کو اجاگر کرنے کے لئے مقالات و مضامین لکھتا رہتا ہوں نیز ریڈیائی اور ٹیلی ویژن پر پروگراموں کے ذریعہ بھی اسلام کی صحیح ترجمانی کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

انھوں نے کہا کہ اسلام کے بارے میں سب سے بڑی غلط فہمی یہ پھیلائی جارہی ہے کہ یہ دین تشدد کا علمبردار ہے۔ اور مسلمانوں کے اندر اتنا دم خم نہیں ہے کہ وہ کسی ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکیں نیز ان کے اندر اتنی صلاحیت اور قوت نہیں ہے کہ وہ تہذیب جدید کا ساتھ دے سکیں۔

چنانچہ اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک بے بنیاد حقیقت ہے کیونکہ مسلمانوں کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ ان میں ایسے اہل کمال پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے موجودہ تہذیب و تمدن کی تعمیر و ترقی میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔

انھوں نے صراحت کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں پر یہ الزام لگانا کہ وہ بڑے وحشی اور متشدد ہیں، بڑے خون آشام ہیں، ایسا کہنا کوئی انصاف کی بات نہیں ہے، الزام لگانے والے ماضی کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں جو جنگیں مقدس صلیب کے نام پر لڑی گئی ہیں کیا ان کے اندر وحشت و بربریت اور تشدد کا اظہار کم ہوا ہے۔ کتنا خون ناحق بہایا گیا، تاریخ کا ورق ورق ایسی سفاکی و درندگی سے رنگین ہے پھر مسلمانوں پر یہ الزام لگانا کوئی امر معقول نہیں ہے جہاد کے بارے میں بھی مغربی مفکرین غلط فہمیوں کا شکار ہیں کاش وہ ہوش سے کام لیں اور اسلام نے جہاد کے جو اصول و شرائط بیان کئے ہیں گہرائی کے ساتھ ان پر غور کریں۔ ان کی ساری غلط فہمیاں کافور ہو جائیں گی۔

مکتوب دبی

متحدہ عرب امارات میں عرصہ سے فرزندان ندوہ کی ایک معتدبہ تعداد مقیم ہے اور تلاش معاش کی مختلف سرگرمیوں میں مصروف ہے مگر ان کے درمیان آپس میں کوئی ربط و تعلق نہیں تھا سب منتشر اور بکھرے ہوئے تھے۔ بلکہ ان میں بہت سے بالکل گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، اتحاد باہمی کی دعوت دینے والے خود انتشار کا شکار تھے۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا کام بنے

اس صورت حال کا احساس اکثر ندویوں کو تھا، اور نجی مجلسوں میں اس کا تذکرہ آتا تھا کہ اس کا ازالہ ہونا چاہئے، کیونکہ یہ کوئی اچھی صورتحال نہیں ہے۔ چنانچہ دو سال قبل ہندوستان سے آئے ہوئے چند فاضل رفقاء کی موجودگی میں اخوان ندوہ یا ندوی برادری کی تنظیم و تشکیل کی گئی مگر بوجوہ یہ سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔ البتہ اس دوران ذہن سازی اور میدان ہموار کرنے کی کوشش جاری رہی۔

پھر اس سال ۱۹۹۹ء میں شیخ محمد راشد المکتوم ایوارڈ کے لئے جو کہ ہر سال عالم اسلامی کی کسی مقتدر علمی و دعوتی شخصیت کو دیا جاتا ہے، ہمارے مخدوم و مکرم اور مربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم و دامت فیوضہم کا نام نامی اسم گرامی تجویز ہوا۔ اس خبر کو امارات میں مقیم نہ صرف ندوی برادری بلکہ سارے اسلامیان ہند نے انتہائی خوشی و مسرت اور فخر و اعتزاز کے ساتھ سنا۔ ہر حلقہ سے اس کی پذیرائی ہوئی یہاں تک کہ امارات میں مقیم بہت سے برادران وطن نے بھی خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ اس غرض سے حضرت مولانا کی تشریف آوری کے موقع پر ایک خصوصی نشست ندوی فضلاء کے لئے رکھی گئی، جس سے حضرت مولانا نے اور استاذ محترم جناب مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے، اور مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی سابق استاذ حدیث جامعۃ الامارات العین۔ نے خطاب فرمایا۔ اس موقع سے بھی ندوی برادری کی اجتماعیت کی بات آئی اور زور دیا گیا۔ اس پس منظر میں ۱۷ شوال المکرم کو مسجد طہٰ بردبی میں ندوی برادران کا ایک عمومی جلسہ منعقد ہوا۔ اور جمعیۃ ابناء ندوۃ العلماء، امارات۔ کی تشکیل نو عمل میں آئی، فکر ندوہ کا فروغ، باہمی ربط و تعلق کی استواری، علمی و ادبی و دینی سرگرمیوں میں اشتراک، مادر علمی کے حالات و مسائل سے واقفیت اور وہاں کی تعلیمی و تربیتی انجمنوں سے تعلق، اس جمعیۃ کے مقاصد قرار دیئے گئے، قدیم و بزرگ ندوی فضلاء کی ایک مجلس اشراف یا مجلس سرپرستان بنائی گئی جس کے سرخیل جناب مولانا نقی الدین صاحب ندوی منتخب کئے گئے، جدید و فعال ندوی فضلاء کی ایک مجلس ادارت یا مجلس انتظامیہ بنائی گئی جس کے عہدیداران کی ترتیب یوں ہے

۱۔ صدر: عبید اللہ صدیقی ندوی
۲۔ نائب صدر: حبیب اللہ ندوی
۳۔ ناظم: نظام الدین ندوی
۴۔ نائب ناظم: نعمت اللہ ندوی۔ عبدالرحمن حشت ندوی
۵۔ معتمد: محمد خالد کانپوری ندوی
۶۔ دیگر ارکان انتظامیہ: محمد انکشاف ندوی محمد طلحہ رکن الدین ندوی۔ امین احمد کافی ندوی، وزیر احمد ندوی، حافظ خورشید عالم

اللہ تعالیٰ اس جمعیۃ کو اپنے مقاصد میں کامیاب اور بارآور کرے، آمین۔

۱۸ فروری ۱۹۹۹ء

دہلی میں رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام شام نشور کا انعقاد

۸ مئی ۱۹۹۹ء کو جامعہ نگر دہلی کے دارالقضاء ہال میں رابطہ ادب اسلامی دہلی کی طرف سے "شام نشور" کا اہتمام کیا گیا۔ پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی نے نشور واحدی کی شاعری پر اپنا مقالہ پیش کیا اور ان کی قومی و ملی نظموں اور غزلوں کے نمونے پیش کئے۔ صدارت جناب وارث قدوائی صاحب نے کی۔ مقالے کے اختتام پر راجدھانی کے متعدد اہل علم نے زبانی طور پر نشور صاحب کے فکر و فن پر روشنی ڈالی

صدر رابطہ پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی صاحب نے نشور کی شاعری کو دلکشی و رعنائی اور پاکیزہ خیالی کا دلکش مرقع قرار دیا۔ ڈاکٹر محسن عثمانی صاحب نے کلام نشور کو بی اے، ایم اے کے نصاب میں شامل کئے جانے پر زور دیا، ڈاکٹر وہاج الدین علوی صاحب کے خیال میں کسی کے کلام کا کورس میں شامل ہونا یا نہ ہونا اس کی وقعت پر دلیل نہیں، زمانہ دھیرے دھیرے نشور کی وقعت و عظمت پر متوجہ ہو رہا ہے رضوان اللہ فاروقی صاحب نے کہا۔ نشور اور اقبال کے سرچشمہ ہائے فیض ایک ہی تھے، تاہم بادہ و ساغر کے پیرایۂ بیان میں مشاہدۂ حق کی گفتگو میں نشور کی ندرت و انفرادیت مسلم ہے، پروفیسر شفیق احمد خاں ندوی نے نشور صاحب کے پر ترنم لہجے اور دلفریب انداز بیان کی توصیف کی اور منتخب اشعار سنائے۔

قرآنی افادات

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : قرآنی افادات
مصنف : حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم
مرتب : مولوی رسال الدین احمد ندوی
سائز : ۲۰×۳۰/۸ خوبصورت ٹائٹل۔
صفحات : ۵۶۸ ، قیمت : ۱۴۰/- روپئے
ملنے کا پتہ :- مکتبہ ندویہ، پوسٹ بکس نمبر ۹۲ ندوۃ العلماء لکھنؤ
• حقانیہ اسلامک لائبریری۔ میہوں والا معافی ضلع دہرہ دون (یو۔پی) 248171

قرآن مجید ایک عالمگیر و ہمہ گیر کتاب اور مکمل نظام حیات ہے۔ یہ نوع انسانی کی ہدایت کا ذریعہ ایک زندہ جاوید معجزہ، ایک بولتا ہوا سرچشمہ اور صاف شفاف آئینہ ہے۔ اس کتاب میں انسانی فطرت کی مکمل رعایت کی گئی ہے، اور انسانی زندگی کے ہر ہر مرحلہ کے لئے اس کے پاس ہدایت و رہنمائی موجود ہے یہی وہ عظیم آسمانی کتاب ہے جس کو اللہ رب العالمین نے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی " اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "

قرآن مجید کا یہ ایک بہت بڑا امتیاز بلکہ قابل فخر معجزہ ہے کہ ساری دنیا کے اندر سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے، اور جب بھی پڑھا جاتا ہے ایک نئی کیفیت، ایک نئی جاذبیت، ایک نئی چاشنی ایک نیا لطف، ایک نیا مزہ، ایک نیا سرور و کیف پڑھنے والے اور تلاوت کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے اور اس کی تفسیر کا مطالعہ کرنے والے اور اس کو سننے والے کو ایک نیا پیغام ملتا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم فرماتے ہیں :-

"قرآن مجید مجموعی حیثیت سے بھی معجزہ ہے اور جزوی حیثیت سے بھی ایک معجزہ ہے یعنی اس کی ایک ایک آیت معجزہ ہے، ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے لیکن بہت کم لوگوں کی اس پر نظر ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت مستقل ایک معجزہ ہے اور اس کا اعجاز مختلف زبانوں میں اور مختلف حالات میں اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ آفتاب کی مثال دینا بھی بے ادبی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی خصوصیت ہے ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ نہیں ہزاروں مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آج ہی نازل ہوا ہے۔"

قرآن مجید کی عظمت، اہمیت، افادیت، آفاقیت، صداقت، حقانیت اور ہدایت اور مطالعہ کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں اور پڑھنے والوں کو اپنے طویل مطالعہ و تجربہ کی روشنی میں حضرت مولانا مدظلہ مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" قرآن مجید کو اپنی ذاتی کتاب سمجھی جائے، یہ کتاب ابدی ہے، آسمانی ہے، لیکن میری ذاتی کتاب بھی ہے، میرا ذاتی ہدایت نامہ بھی ہے، اس میں میری ذاتی کمزوریاں بھی بیان کی گئی ہیں، میرے ذاتی امراض کی نشاندہی کی گئی ہے، قرآن مجید میں ہر آدمی اپنے کو تلاش کر سکتا ہے یہ جب ہوگا کہ آپ اس کو زندہ کتاب سمجھیں، یا اپنی کتاب سمجھیں اور آپ میں اپنی اصلاح کا جذبہ ہو۔ لوگوں کی اصلاح تو بعد میں ہوگی۔ پہلے اپنی اصلاح ہوگی۔"

پیش نظر کتاب حضرت مولانا مدظلہ کے مطالعہ قرآن کا عکس اور ان کی تقریروں اور تحریروں میں سے ان مختصر آیات قرآنی کی دلنشین، جامع اور مطابق حال تشریح و تفسیر ہے جن میں حضرت مولانا نے اپنے البیلے اور اچھوتے انداز میں کلام کیا ہے، ہر تقریر اپنے اندر نئے نئے نکتے، ہر تحریر اپنے جلو میں نئے نئے اشارے رکھتی ہے، یہ تقریریں اور تحریریں ملک اور بیرون ملک کے معتبر رسالوں، ماہناموں کتابچوں اور کتابوں میں بھی شائع ہو چکی ہیں جن میں قرآن مجید کے بعض بڑے اہم نکات، بڑی اہم اور ضروری ہدایات اور تعلیمات موجود ہیں۔ جن کا مطالعہ عوام و خواص سب کے لئے نافع اور مفید ہے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

" مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کو عربی زبان کے الفاظ و تعبیر کو سمجھنے کا اعلیٰ ذوق حاصل ہے۔ وہ قرآن مجید کی آیات کی تشریح کرتے ہوئے ان کے بعض الفاظ کی ایسی دلنواز و دلگداز تشریح و وضاحت کرتے ہیں کہ قرآن مجید کا اعجاز کھل کر سامنے آجاتا ہے اور اس کیفیت سے آشنائی ہوتی ہے جو لفظ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور انسانی زندگی کی نفسیاتی کیفیت سے بڑی مطابقت رکھتی ہے، مولانا مدظلہ کی یہ خصوصیت بڑی امتیازی خصوصیت ہے جو کم اہل علم میں پائی جاتی ہے۔

مولانا کی اس خصوصیت کا اظہار ان کی بہت سی تقریروں اور مضامین میں مختلف

آیات کی تشریح میں ہوتا ہے جو بڑا معنی خیز اور ذہن کش اور دلنواز ہوتا ہے۔

مولوی رسال الدین احمد ندوی نے مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی رہنمائی میں ایسے مضامین و خطابات کا ایک انتخاب کیا ہے جن میں مختلف آیات کی تشریح مولانا مدظلہ نے اپنے نہایت عالمانہ انداز اور زبان و ادب کی نبض شناسی کے ساتھ کی ہے، جو دین کی روح اور قرآن مجید کی معجزبیانی کا ایک مؤثر عکس پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور برکت دے۔"

اسی لئے مولانا شمس الحق ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء اپنے تأثرات میں رقمطراز ہیں :-

" اس کتاب (قرآنی افادات) کا مطالعہ نہ صرف یہ کہ ہر خاص و عام کی اصلاح و تربیت کے لئے مفید ہے بلکہ علماء و طلباء کے لئے قرآن فہمی سے مناسبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہے۔"

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کتاب کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ :-

" اس کتاب میں ایسے مضامین آگئے ہیں جو جدید نسل کے لئے رہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں تہذیب جدید کے چیلنجوں کا جواب بھی ہے، جاہلیت کی تصویر کشی بھی ہے دور جدید کی جاہلیت اور جاہلیت اولیٰ کا موازنہ بھی ہے۔ اس میں عقائد و ایمانیات کی اہمیت بھی بتائی گئی ہے اور اصلاح حال کا سبق بھی دیا گیا ہے غرض کہ یہ ایک ایسا حسین گلدستہ ہے جس میں ہر طرح کے پھول ہیں، ایک ایسا مینارۂ نور ہے۔ جو گم گشتہ راہوں اور فکری بے راہ روی کے شکار لوگوں کے لئے ایک نعمت ہے۔"

• تعارف و ہدایات • دعوت و عزیمت • ایمان و استقامت • دین و عبادت • تہذیب و معاشرت • تعلیم و تربیت • احکام و مطالبات • فرائض و ذمہ داریاں • نبی رحمت اور مقدس مقامات • مادی افکار و نظریات • قانون و حکمتیں • عبرت و موعظت • قصص و واقعات • کتاب (قرآنی افادیت) کے ابواب ہیں۔

قرآن مجید کا اعجاز، قرآنی مطالعہ اور اس کے آداب • قرآن کا پیغام، دعوت و تبلیغ کے اصول و آداب، دین حق و دعوت اسلام، دعوت اور حکمت دعوت امت اسلامیہ کا مقام اور اس کی دعوت، قصہ سات جواں مردوں کا، ایمانی دعوت، یقین و ایمان، دینی سرحدوں کی حفاظت، مسلمانوں کا مقام و پیغام اور اسلام کے مروان باد فا، سورۂ فاتحہ کا جمال و جامعیت رمضان المبارک کا پیغام، عید الفطر کا پیغام، نبی خاتم اور دین کامل، اسلامی معاشرہ، اسلامی معاشرہ میں عورتوں کا مقام، ازدواجی زندگی کے رہنما خطوط، انسانی معاشرہ میں عدل و احسان، منصب نبوت کے فرائض، علم کا مقام مدارس دینیہ کی افادیت، مسلمان کی اصل طاقت و قوت سلف صالحین کے ساتھ حسن ظن، زندگی سورۃ العصر کی روشنی میں، نعمت اسلام کی قدر، امت مسلمہ کا فرض منصبی اہل فکر و قائدین اور علماء کا مقام، نبی رحمت، شعار دعوت مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی حرمت، مادی نظریات اور ان کی کوتاہ نظری، مغربی فکر و ادب کی بے راہ روی کا کامیابی کی ضمانت، اللہ کا فیصلہ، خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت میں حکمت الٰہی، جاہلیت و اسلام کا فرق، مسلمان رہنے کی ضمانت، حضرت یوسف علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام، ایمان کی قدر و قیمت اور قرآن مجید کی عظمت" قرآنی افادات" کی تحریروں اور تقریروں کے اجمالی موضوعات اور جلی عنوانات ہیں جن سے کتاب کی اہمیت و افادیت واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ دعائیہ کلمات میں فرماتے ہیں :-

"گرامی قدر مولوی رسال الدین احمد ندوی کی مرتب کردہ کتاب "قرآنی افادات" پر نظر ڈالی جو تمام تر اس راقم کی تحریروں، دعوتی تقریروں اور تصانیف و رسائل کے اقتباس پر مشتمل ہے تو اپنی ہی مستور و مخفی اور منتشر و منقسم توفیقات و بیانات کی دستیابی کی اطلاع اور ان کو مجموعی شکل میں یکجا دیکھ کر وہ خوشی ہوئی جو کسی کو اپنی عزیز ترین متاع کی گمشدگی یا پردہ پوشی کے بعد دوبارہ مل جانے پر خوشی ہوتی ہے یہ حسن انتخاب خود راقم کے حق میں بھی ایک گمشدہ یا منتشر و مستور حقائق قرآنی اور تعلیمات ایمانی کا مجموعہ ہے۔"

(اور قارئین کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے)

کتاب کے مذکورہ اجمالی تعارف سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب "قرآنی افادات" کتنی اہم ہے اور کتنی محنت و مشقت، جد و جہد اور عرق ریزی کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔

یقین کامل ہے کہ "قرآنی افادات" کے مطالعہ سے قاری کے اندر اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی بخشش پر اعتماد بڑھے گا، اس پر عمل کرنے کی تمنا پیدا ہوگی۔ اور حق کی جلوہ گری نظر آئے گی۔ اور دوران مطالعہ قرآن مجید کی علمی اور روحانی بہاروں کے ایک چمن سے دوسرے چمن میں منتقل ہوگا اور نئے نئے قرآنی اسرار و رموز و نکات اور البیلی تشریحات سے لطف اندوز ہوگا تو کتاب ہاتھ میں لینے کے بعد ختم کئے بغیر اس کو چین نہیں آئے گا۔

ہمیں امید ہے کہ "قرآنی افادات" سے دینی، علمی اور عوامی حلقوں میں بھرپور فائدہ اٹھایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدظلہ کا سایہ تادیر قائم رکھے، ان کی تقریر و تحریر، تصنیف و تالیف، تحقیق و تعلیم صلاح و تقویٰ اور ان کے افادات کے جواہر پاروں سے خوب خوب امت مسلمہ کو فائدہ پہونچائے اور ان کے افادات کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھے۔ (آمین)

نام کتاب : الفوز الکبیر فی اصول التفسیر
مصنف : شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم : مولانا سعید احمد پالن پوری
صفحات : ۱۲۰۔ سائز ۱۸×۲۱/۸ قیمت درج نہیں
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ حجاز، دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف و مشہور کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" عربی مدارس کے طلباء و اساتذہ کے لئے محتاج تعارف نہیں،

یہ کتاب اصول تفسیر کے موضوع پر معتبر ترین کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کتاب کی مقبولیت میں مزید اضافہ فرمائے اور مصنف علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے۔

نام کتاب : دروس البلاغہ
تالیف : حفنی بک ناصف، محمد بک دیاب سلطان آفندی محمد، الشیخ مصطفیٰ طموم
تحقیق و تعلیق : رشید احمد بن الاستاذ محمد موسیٰ
صفحات : ۱۲۷۔ سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت ۲۵/- روپے
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ زکریا دیوبند، سہارنپور (یوپی)

قرآن و حدیث اور عربی زبان و ادب کو سمجھنے اور سمجھانے میں علم بلاغت کا ایک اہم کردار ہوتا ہے، اور فن بلاغت سے واقف ہونے کے بعد کلام کو اس کے اصل اور بنیادی مفہوم اور معانی کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب "دروس البلاغۃ" فن بلاغت کے موضوع پر ایک مفید کتاب ہے، جسے عربی مدارس کے (ثانوی درجات کے) طلبہ کے لئے مصری علماء نے چھتیس کتابوں کے حوالوں کے ساتھ تالیف کر کے ایک اچھا کام کیا ہے۔ یہ کتاب بعض عربی مدارس میں شامل نصاب بھی ہے کتاب کے اندر علم المعانی، علم البیان، علم البدیع کے ضمن میں فن بلاغت کے بہت سے اصول اور قاعدے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب واضح عبارت، فصیح عربی، عمدہ اسلوب اور قرآنی آیات اور شعرائے عرب کے اشعار کے استشہاد کے ساتھ سنظر عام پر آگئی ہے۔

نام کتاب : چند اصحاب عزیمت
مصنف : مولانا عتیق احمد بستوی
صفحات : ۱۲۸، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت ۲۰/- روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اہل اللہ کی براہ راست صحبت کے بعد شخصیت کی تعمیر و ترقی، اصلاح نفس اور کردار سازی میں سب سے بڑی مؤثر اور انقلاب انگیز چیز نائبین رسول علماء ربانیین اور اولیاء کاملین کی سیرت و سوانح اور حالات و واقعات کا مشاہدہ اور اگر وہ میسر نہ ہو تو ان کی سیرت و سوانح کا مطالعہ ہے۔

پیش نظر کتاب میں عہد قریب کے تین شخصیتوں مولانا سید محمد علی رامپوری، علامہ بدر الدین حسنی دمشقی اور آخر میں ایک مؤحد نو مسلم خاتون (بیگم مولانا عزیز گل صاحب اسیر مالٹا) کا مستند و مفصل تعارف و تذکرہ ہے جن میں بظاہر مولد و وطن تاریخی تقدم و تاخر اور یہاں تک کہ صنف اور جنس کا اختلاف و تفاوت بھی ہے لیکن ان تینوں شخصیتوں میں صحت عقیدہ، اخلاص و قوت ایمانی اور ذوق دعوت و تبلیغ و خدمت انسانیت کی وحدت پائی جاتی ہے،

دعوت و اصلاح اور خدمت علم و دین سے مناسبت رکھنے والے ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو جس کے مطالعہ میں یہ کتاب آئے، مولانا عتیق احمد صاحب بستوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انھوں نے بڑے اچھے انداز میں ان تین ممتاز شخصیتوں کا تعارف کرایا ہے۔

ان تینوں ہی شخصیتوں کے حالات میں ایمان و یقین، تسلیم و رضا کی عجیب نورانیت و کشش پائی جاتی ہے جو پڑھنے والے کے دل میں جوش عمل اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا ولولہ پیدا کرتی ہے کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن اپنی افادیت و معنویت کے اعتبار سے اپنے اندر بڑا خزانہ رکھتی ہے

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔

قنوج کے قدیم مشہور و معتبر و کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ" اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون نمبر ۳۲۴۴۳۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی — آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

مطبع الرحمن عوف ندوی

سوال و جواب

س: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے، آخری تشہد میں بیٹھا ہے اگر اس وقت اس کو حدث لاحق ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

ج:۔ ایسی صورت میں وہ وضو کر کے نماز کے بقیہ حصہ کو مکمل کرے اس کو بنا کرنا کہتے ہیں۔

س:۔ ایک علاقہ میں مسجد کی سخت ضرورت ہے، سلم کثیر آبادی والا علاقہ ہے، لیکن باوجود کوشش کے جگہ نہ مل سکی، ایک صاحب جن کی دو دکانیں بنی ہوئی ہیں وہ اس کی اوپری منزل پر مسجد بنانے کے لئے جگہ دے رہے ہیں، دو دکانیں انھیں کی ملکیت میں رہیں گی، کیا اس صورت میں مسجد بنائی جا سکتی ہے؟

ج:۔ دریافت کردہ صورت میں مسجد بنائی جا سکتی ہے "فلو کان العلو مسجدا والسفل حوانیت او بالعکس لا یزول ملکہ تعلق حق العبد بہ کما فی الکافی (رد المحتار ۴/۳۵۶)

س:۔ کیا کوئی حافظ قرآن اپنے گھر والوں مثلاً ماں، بہن بیوی، بھائی وغیرہ کو گھر کے اندر امام بن کر تراویح کی نماز پڑھا سکتا ہے؟

ج:۔ پڑھا سکتا ہے۔

س:۔ اگر دو آدمیوں نے پیسے ملا کر اپنے کسی عزیز یا کسی بھی اور شخص کے نام سے قربانی کی تو کیا قربانی درست ہو جائے گی۔ مثلاً زید و بکر نے آدھی آدھی رقم ملا کر اپنے والد مرحوم کے نام قربانی کی تو کیا یہ صحیح ہے؟

ج:۔ قربانی درست ہے۔

س:۔ لوگ بچوں کو بڑوں کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں اس طرح سے صفوں کے درمیان میں بچوں کے کھڑے ہونے سے نماز پر فرق تو نہیں پڑے گا؟

ج:۔ بچوں کو بڑوں کی صف کے پیچھے کھڑا کرنا چاہیئے حدیث شریف میں ہے: "عن ابی مالک الاشعری قال الا احدثکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقام الصلوۃ وصف الرجال وصف خلفهم الغلمان ثم صلی بهم فذکر صلوته ثم قال هکذا صلوۃ باب الموقف (مشکوۃ ص۹۹)

مردوں کی صفوں کے درمیان میں ان کے کھڑے ہونے سے نماز میں کراہت ہوگی، لیکن اگر کوئی بچہ اتفاق سے بڑوں کے درمیان میں کھڑا ہو جائے تو اس کو مناسب انداز سے پیچھے کھڑا کر دینا چاہیئے۔ اس کی دل شکنی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور نہ ہی اس کو پیچھے کرنے میں سختی سے کام لینا چاہیئے، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔

س:۔ ایک شخص قسط وار گاڑی خریدنا چاہتا ہے جس کی قسطیں متعین ہیں، صورتحال یہ ہے کہ مثلاً نقد لینے میں وہ گاڑی ۳۰ روپے میں پڑے گی اور ادھار لینے میں ۴۰ روپے میں کمپنی والے کہتے ہیں کہ ۴۰ ہم میں ہم دس روپے سود کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں جبکہ ۴۰ روپے متعین ہیں، دس روپے سود میں شمار ہوں گے اور گاڑی قسط وار لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

ج:۔ اگر معاملہ خرید و فروخت کے وقت دونوں قیمتوں میں سے کوئی ایک قیمت متعین کر لی جاتی ہے تو مذکورہ معاملہ درست ہوگا۔ ترمذی میں ہے: قد فسر بعض اهل العلم قالوا بیعتین فی بیعۃ ان یقول ابیعک هذا الثوب بنقد بعشرۃ ونسیئۃ بعشرین ولا یفارقه احد البیعین فان فارقه علی احدهما فلا بأس اذا کانت العقدۃ علی احد منهما (کتاب البیوع)

س:۔ شادی کے بعد لڑکے نے لڑکی سے مہر معاف کرا لیا تھا۔ پھر کئی بار لڑکی سسرال آئی گئی اس کے بعد اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اب لڑکے نے طلاق دے دی ہے، کیا اب لڑکے پر مہر واجب الادا ہے؟

ج:۔ لڑکی کے مہر معاف کر دینے کی وجہ سے شوہر پر واجب نہیں رہا اگر بیوی نے خوش دلی سے معاف کیا تھا۔ للمرأۃ ان تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها زوجها او لم یدخل ولیس لاحد من اولیاء ها ولا لغیرہ الاعتراض علیها۔ (هندیہ ۳۶۴) وان حطت عنه من مهرها صح الحط (فتح القدیر ۳/۳۲۱)

(۲) برطانوی مسلم کونسل میں برطانوی وزیر اعظم کی شرکت

برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے برطانوی مسلم کونسل میں شرکت کی اور یہ برطانیہ کے پہلے وزیر اعظم ہیں جو کونسل کے پروگرام میں شریک ہوئے چنانچہ انھوں نے اپنے خطبہ کے دوران کہا کہ اس وقت برطانوی مسلمان سخت گھیرے میں ہیں نوع بنوع کے ان پر الزامات لگائے جاتے ہیں اور ایسا وہ لوگ کر رہے ہیں جو اسلام کی رواداری سے اور برطانوی مسلمانوں کی حب الوطنی سے ناواقف ہیں انھوں نے اسلامی تعلیمات کی پاکیزگی اور عظمت اور نسلی عدم تعصب کو سراہا اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ برطانیہ کی سیاست میں حصہ لیں۔ اور ہمارے ملک میں جس پر بھی ظلم ہوگا اس کی داد رسی کی جائے گی، اس کو انصاف دلایا جائیگا مسلمان برطانیہ میں قانون کا سہارا لے کر اپنے حقوق کی حفاظت کے خواہاں ہیں اس سلسلہ میں حکومت برطانیہ ضرور ان کا بھرپور خیال رکھے گی۔ (العالم الاسلامی مکہ مکرمہ مئی ۱۹۹۹ء)

سفرنامۂ اُردن وشام

پروفیسر محمد اجتباء ندوی

عہد بنی امیہ کے باقی ماندہ یادگاریں ہیں۔

جن میں اریحا کے مضافات میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے شاندار محل کے نشانات ہیں فرش کے نقش ونگار دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابھی کسی ماہر معمار نے اس میں رنگ و روغن کی آمیزش کی ہے۔

۲۴ اگست سب سے زیادہ مشغول دن تھا، صبح ۹½ بجے اردنی ٹیلیویژن کے نمائندہ نے حضرت مولانا مدظلہ سے طویل انٹرویو لیا جس میں مولانا کے حالات زندگی، خدمات تصنیفات، دعوتی، دینی، سماجی، معاشرتی امور اور عالمی رابطہ ادب اسلامی سے متعلق مفصل سوالات تھے، مولانا مدظلہ نے اسی تفصیل کے ساتھ جوابات دیئے۔

۱۰½ بجے دن میں اردن کی ۵ ڈیونیورسٹیوں کی دعوت پر تمام اراکین مجلس روانہ ہوئے، پہلے جامعۃ الزرقاء الاھلیہ گئے، اس کے ریکٹر جناب ڈاکٹر اسحاق فرحان نے اپنے اسٹاف کے ساتھ شاندار خیر مقدم کیا، ایک مختصر نشست ترتیب دی گئی تھی، ڈاکٹر فرحان صاحب نے خیر مقدمی تقریر کی، مولانا مدظلہ اور ہندوستان سے اپنے تعلق کا اظہار کیا، اور یونیورسٹی اس کی فیکلٹیوں اور تعلیمی وتحقیقی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی، اس کے بعد یونیورسٹی کے اہم شعبوں سے روشناس کرایا، یونیورسٹی پرائیویٹ ہے اور طلباء وطالبات کی تعلیم الگ الگ ہے اسلامیات اور عربی زبان وادب کے ساتھ سائنس وٹکنالوجی کی تعلیم پر زیادہ توجہ مبذول کی جاتی ہے، غیر عرب طلباء کے عربی سکھانے کا مستقل شعبہ بھی ہے، عمارتیں عالیشان، منتظم درجات، کشادہ ہوسٹل، صاف ستھرے اور آرام دہ ہیں، ڈاکٹر اسحاق فرحان ایک ممتاز و نامور ماہر تعلیم، اسلامی دانشور اور متعدد گرانقدر کتابوں کے مصنف ہیں، اس سے قبل اردن یونیورسٹی اور یرموک یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے ہیں، نیز ممبر پارلیمنٹ اور وزیر بھی رہ چکے ہیں۔

زرقاء یونیورسٹی سے ہم لوگ جدید سرکاری یونیورسٹی جامعۃ آل البیت (المفرق) روانہ ہوئے۔ اردن کی یونیورسٹیوں میں اسکو اس لحاظ سے نمایاں مقام حاصل ہے کہ اس میں عالم اسلام اور مسلم اقلیتوں کے طلباء کا داخلہ ہوتا ہے، تمام کلیات، دارالاقامے، ادارے، سائنسی تجربہ گاہیں اور عمارتیں وکتب خانہ صحابہ کرام، صحابیات، مسلم مفکرین، علماء، مشائخ اور صالحین کے نام پر ہیں کتب خانہ، وسیع اور بالکل جدید اصول ونظام کے مطابق ہے، ابھی یونیورسٹی کی عمر تین سال ہے۔ لیکن کتب خانہ میں ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ کتابیں موضوع ومضمون کی ترتیب سے بڑے قرینے سے جمع کی گئی ہیں، طلباء، اساتذہ اور محققین کیلئے علاحدہ علاحدہ مطالعہ وتحقیق کے واسطے خوبصورت وآرام دہ ہال واسٹڈی روم ہیں، عمارتیں شاندار اور خوبصورت ودیدہ زیب ہیں۔ مہمان خانہ اور اس کی نشستگاہ بہت بڑی قیمتی فرنیچر وقالینوں سے آراستہ ہے۔ دیواروں پر علماء دانشوروں اور بادشاہوں کے اقوال خوبصورت فریم میں آویزاں ہیں، کئی جانب خوبصورت لان اور شاداب کیاریاں ہیں۔

یونیورسٹی کے ریکٹر جناب ڈاکٹر محمد عدنان نجیب معاشیات کے ممتاز ماہر ومحقق ہیں ہمارا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا، یونیورسٹی اور ملک کے بارے میں پرمغز معلومات فراہم کیں، اس کے بعد پرتکلف ظہرانہ پر مدعو کیا، کھانے کے دوران اپنی دلچسپ و پرلطف گفتگو سے ہر ایک کو مخاطب کرتے رہے، کھانا ختم ہوتے ہی بڑی پرزور علمانہ ومحققانہ خیر مقدمی تقریر کی، ہندوستان اس کی خدمات، شاہکار، تصنیفات کے حوالہ سے شستہ وشگفتہ زبان میں گفتگو کی گہری وسیع اور جدید ترین معلومات کے حامل ہیں۔

ان کی تقریر کے جواب میں حضرت مولانا مدظلہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی اور یونیورسٹی کی خوبیوں اور خدمات کو سراہا، اور علم وادب کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے پر زور دیا، عصر کے بعد عمان واپسی ہوئی، مغرب کے بعد مولانا مدظلہ کا محاضرہ ہوا جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

مشرقی اردن، ملک شام کا حصہ رہا ہے اور فلسطین کے ایک جزء کے طور پر یونانیوں اور رومیوں کے عہد سے تاریخی کردار ادا کیا ہے شادابی، پانی کی فراوانی، پھل پھول اور غلہ کی پیداوار، خوبصورت فطری مناظر، خوشگوار موسم کی وجہ سے

ہمیشہ قوموں اور طالع آزماؤں کے لئے پرکشش رہا، ائمہ بائدہ کی گذرگاہیں اور بعض قبیلوں کی اقامت گاہ بھی رہا، اسلامی عہد میں بعض اہم واقعات ومعرکے اس سرزمین پر پیش آئے۔ اور لائق فخر تاریخ رقم ہوئی، ترک عثمانی خلافت نے جب منتشر وبکھرے ہوئے عرب خطوں کو اپنی حفاظت میں لیا تو شام کے اس پورے علاقہ سوریہ، لبنان، فلسطین اور اردن کو شامل کرلیا۔ اس خطہ میں اسلامی مقامات اور مسجد اقصیٰ وقبۃ الصخرہ کے واقع ہونے کی وجہ سے عثمانیوں نے اس کی حفاظت، ترقی وبہبود کو اپنا دینی واخلاقی فریضہ قرار دیا۔ یہی وجہ تھی کہ سلطان عبدالحمید ثانی نے یہودی حامیان ہرتزل کے اس مطالبہ کو سختی سے مسترد کردیا تھا کہ یہودیوں کو اپنا وطن بنانے کے لئے فلسطین انھیں عطا کردیا جائے۔

عہد جدید کے صلیبی یلغار وحصار نے مسلم خلافت عثمانی کا شیرازہ بکھیر دینے کے بعد عرب علاقوں پر اپنا سامراجی تسلط قائم کرلیا، انگریزوں نے فلسطین، عراق اور اردن اپنے قلمرو میں شامل کیا۔ اپنے وفاشعار شریف حسین کے بڑے صاحبزادہ شریف عبداللہ کو عمان اور اسکے مضافاتی علاقہ کا بادشاہ بنایا، اس وقت عمان کی آبادی صرف سات ہزار افراد پر مشتمل ہے، ۱۹۴۸ء میں فلسطین کے مغربی کنارہ کو شامل کرکے اردنی ہاشمی سلطنت بنادی، مغربی کنارہ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں یہودیوں کے قبضہ میں چلا گیا، انھیں شاہ عبداللہ کے پوتے شاہ حسین[1] اس وقت اردن کے بادشاہ اور ان کے برادر خورد امیر حسن ولی عہد ہیں، ذرائع آمدنی تجارت کے علاوہ گندم کھجور، پھل وسبزیوں کی وافر مقدار میں پیداوار ہے، کھجور، پھل اور سبزیاں برآمد بھی کی جاتی ہیں، اس کے مشہور شہر عمان۔ یرموک، موتہ، غور، جرش، زرقاء اور مفرق ہیں عمان سب سے بڑی آبادی والا ترقی یافتہ شہر ہے ۳۸ سال کے بعد دیکھا تو لگا کہ کوئی اور شہر ہے فلک بوس عمارتیں، صاف ستھری چوڑی سڑکیں، لوازم زندگی میں سہولت وبہتات، مغربیت اپنے تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ اثر انداز ہے قدیم شہر اپنی بہت سی عربی واسلامی روایات واقدار پر قائم ہے جس کے مظاہر محسوس کئے گئے، مسجدیں آباد ہیں، اور شعائر کا احترام ہے تعلیم سرکاری ہے اور تناسب اچھا ہے دینی تعلیم کے حلقے اور مدارس نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں، البتہ پورے ملک میں سترہ یونیورسٹیاں ہیں جن میں دس پرائیویٹ (نجی) یونیورسٹیاں ہیں، تمام یونیورسٹیوں میں اسلامی علوم اور عربی زبان وادب کی اعلیٰ تعلیم کا نظم ہے۔

(۱) شاہ حسین کا، فروری ۱۹۹۹ء کو انتقال ہوگیا اور امیر حسن کے بجائے امیر عبداللہ کو عبداللہ دوئم کے نام سے بادشاہ منتخب کیا گیا۔

سہل اسلوب دلنشیں ترتیب کے ساتھ
اصول فقہ پر بزبان عربی
الموجز فی اصول الفقہ
تالیف: محمد عبید اللہ الاسعدی
مطبوعہ: ـــــ دارالسلام قاہرہ
صفحات: ۳۵۰، قیمت ۲۵/- روپے
ملنے کا پتہ:
۱۔ المکتبۃ الندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۔ مکتبہ دارالایمان نزد مظاہر علوم جدید سہارنپور

پندرہ روزہ تعمیر حیات
ایک تحریک ہے، اس کی
توسیع اشاعت میں حصہ لیں

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک اہم باب
دعائیں
جو لازوال نبوت کی اہم ومؤثر دلیل
اور روحانی تربیت ودعوتی جدوجہد کا بہتر ذریعہ
سیرت محمدی دعاؤں کے آئینے میں
از ـــــ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دیدہ زیب سرورق، صفحات ۵۲ سائز ۲۳×۳۶/۱۶ قیمت ۱۲/-
ناشر:- مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ
ملنے کا پتہ:- ندوی بک ڈپو، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

استاذ کے ادب کی یہ بھی ایک مثال ہے

ابو محمد یزیدی کا بیان ہے کہ میں مامون کو بچپن میں پڑھایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ خدام نے مجھ سے شکایت کی کہ جب تم چلے جاتے ہو تو یہ نوکروں کو مارتا پیٹتا اور شوخی کرتا ہے، میں نے اس کو سخت قبیحیاں ماریں، مامون روتا اور آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ اتنے میں وزیر اعظم جعفر برمکی آگیا۔ میں اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اور جعفر مامون سے بات چیت کرکے اور اس کو ہنسا کر چلا گیا۔ میں پھر مامون کے پاس آیا اور کہا کہ میں تو اتنی دیر ڈرتا ہی رہا کہ کہیں تم جعفر سے شکایت نہ کردو۔ مامون نے کہا کہ جعفر تو کیا میں اپنے باپ سے بھی آپ کی شکایت نہیں کرسکتا کیونکہ آپ نے تو میرے ہی فائدے کے لئے مجھ کو مارا تھا۔

صرف مامون ہی پر موقوف نہیں اس کے سعادت مند اور با ادب بیٹے بھی استاد کے ادب و احترام میں اس سے پیچھے نہیں تھے وہ تو استاد کی جوتیوں کو سیدھا کرنا بھی اپنے لئے بڑے اعزاز اور فخر کا باعث سمجھتے تھے اور اس بات پر جھگڑا کرتے تھے کہ استادِ محترم کی جوتیاں سیدھی کرنے کی سعادت کون حاصل کرے۔ المامون" میں ہے کہ مامون کے دو فرزند فرغانجوی سے تعلیم پاتے تھے، ایک بار وہ کسی کام کے لئے مسند درس سے اٹھا دونوں شہزادے دوڑے کہ جوتیاں سیدھی کرکے رکھ دیں۔ مگر چونکہ دونوں ساتھ پہنچے اس پر نزاع ہوئی کہ اس شرف کے ساتھ اختصاص کس کو ہو۔ آخر دونوں نے فیصلہ کرلیا اور ہر ایک نے ایک ایک جوتی سامنے لاکر رکھی۔

مامون نے ایک ایک چیز پر برجستہ نوٹس مقرر کر رکھے تھے، فوراً اطلاع ہوئی اور فرّا کو طلب کیا گیا۔ مامون نے اس سے مخاطب ہوکر کہا" آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟

فرّا:۔ امیر المومنین سے زیادہ معزز کون ہوسکتا ہے؟

مامون:۔ وہ جس کی جوتیاں سیدھی کرنے پر امیر المومنین کے لخت جگر بھی آپس میں جھگڑا کریں۔

فرّا:۔ میں خود شہزادوں کو روکنا چاہتا تھا مگر یہ خیال ہوا کہ ان کو اس شرف سے کیوں باز رکھوں۔ عبداللہ بن عباسؓ نے بھی حسینؓ کی رکاب تھامی تھی اور جب حاضرین میں سے کسی نے اعتراض کیا کہ آپ تو عمر میں اُن سے بہت بڑے ہیں تو انھوں نے ڈانٹا" کہ" اے جاہل چپ رہ تو ان کی قدر کیا جان سکتا ہے"

مامون:۔ اگر تم ان کو روکتے تو میں تم سے نہایت آزردہ ہوتا۔ اس بات نے ان کی عزت کچھ کم نہیں کی بلکہ اصالت کے جوہر دکھادیئے "بادشاہ باپ" استاد کی اطاعت ذلت میں داخل نہیں ہے"۔ یہ کہہ کر لڑکوں کو سعادتمندی اور فرّا کو حسنِ تعلیم کے صلے میں دس دس ہزار درہم عطا کئے۔

اللہ اللہ کیا مقام اور کیا مرتبہ تھا استاد کا

اور اب؟ ؎

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

(مسلمان قانونیوں کا بے لاگ عدل)

دعائے مغفرت

حاجی مراد علی صاحب مہتمم مدرسہ فیض القرآن میاں گنج دریا باد بارہ بنکی کی اہلیہ کا ۷۲ سال کی عمر میں ۲۵ مئی ۱۹۹۹ء کو مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور نیک خاتون تھیں۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حقیقتِ توحید

● مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حضرت آدمؑ سے لیکر حضور محمدؐ تک انبیاء جو سب کے بنیادی اور مرکزی دعوت لے کر آئے، وہ توحید کی دعوت تھی۔ ان کی دیگر تمام دعوتیں اس سے متعلق اور اس کے بعد تھیں، قرآن مجید میں جہاں جہاں انبیاء کا تذکرہ آیا ہے ان کی کارگزاری کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں پہلا جملہ اعبدوا اللہ کا ملتا ہے۔ اور بکثرت اس بات پر زور دینے کا تذکرہ ملتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت لائق استعانت نہیں، سورۂ فاتحہ میں جو روزانہ کی پانچوں نمازوں کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے یہ جملہ کہنا ضروری ہے کہ" اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں، اس میں اِیَّاکَ کا استعمال اس پہلو پر زور دینے کے لئے ہے کہ صرف خدا کی عبادت اور صرف خدا سے مدد طلبی کرتے ہیں۔

یہ بات بار بار کیوں کہلوائی جاتی ہے، اور نماز میں کہی جاتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرتے دم تک برابر زبان پر یہ بات جاری رہے کہ" ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں"۔ اور" ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"۔ یہ وہ بات ہے جس سے اسلام میں توحید کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ صرف ایک بار کلمۂ شہادت ادا کرکے مسلمان ہو جانے کو کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ برابر صبح، دوپہر، شام، اور رات میں ایسے جملے کہلوائے جاتے رہتے ہیں جن سے توحید کا استحضار بھی ہوتا ہے اور توحید کا اقرار بھی بار بار کیا جاتا رہتا ہے۔

اس کے بعد کیسے یہ گنجائش باقی رہتی ہے کہ ایک مسلمان دن بھر میں دسیوں بار سے زیادہ ذمہ دارانہ موقع پر جبکہ وہ اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا ہے یہ کہتا ہے کہ صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں، نماز سے نکل کر کسی دوسرے کی عبادت کرنے لگے۔ اور دوسرے سے مدد چاہنے لگے، یہ دونوں باتیں کیسے ہوسکتی ہیں، اور ایسا کرنے پر ہمارا پروردگار اس کو دھوکہ بازی اور چالبازی نہ سمجھے گا، کہ کہا کچھ اور کیا کچھ اور، یہ بڑی خطرناک اور ڈرنے کی بات ہے، مسلمان کی سب سے بڑی عبادت نماز ہے، جس میں قیام رکوع اور سجود ہوتا ہے، اسی سے نماز بنتی ہے کسی غیر اللہ کے ساتھ اگر اس خلوص اور ادب کے ساتھ جھکا یا، قیام کیا، جو خلوص و ادب نماز کا حق ہے اور جس کا اقرار ہم نے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ میں کیا ہے۔ یا غیر اللہ سے اسی خلوص کے ساتھ مدد چاہی جو نماز میں ہوتا ہے تو کیا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہنے سے ٹکرانا نہیں ہے اور کیا اپنے پروردگار کے ساتھ دھوکہ کرنے کے مترادف نہیں ہے۔

غیر اللہ کا احترام اور اس سے مدد چاہنا اگر اس طرح ہو جس طرح ایک انسان کا احترام ہوتا ہے یا اس سے مدد چاہی جاتی ہے۔ تو یہ غیر اللہ کی عبادت یا اس سے مدد چاہنا نہیں ہے اور نہ اس کو منع کیا گیا ہے۔ ہم اپنے باپ کا احترام کرتے ہیں استاد کا احترام کرتے ہیں۔ اپنے محسن کا احترام کرتے ہیں، ان کی شفقتوں، محبتوں اور ہمدردیوں کے شکر گذار ہوتے ہیں اور یہ ہماری جس طرح کی مدد کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اس طرح کی مدد بھی ہم ان سے طلب کرتے ہیں، یہ سب عیب نہیں ہے لیکن اگر ہم کسی انسان کا احترام ویسا۔ یا اس طریقہ سے کرنے لگیں جو خدا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو انسان کی سطح سے بلند ہے تو وہ احترام احترام نہیں، عبادت ہوجائے گا۔

توحید کیا ہے، شرک کیا ہے اور شرک کے چھوٹے بڑے کیا کیا انداز و طریقے ہیں، یہ سب ہم کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیئے، تاکہ ہم شرک کے خطرہ میں نہ پڑ جائیں، اور پھر ہمارا سب کیا کرایا غارت ہوجائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر غلطی کو معاف کردیتا ہے، لیکن شرک کو معاف نہیں کرتا، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (نساء ع ۱۸) "خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا"۔

یہ خطرناک غلطی تباہ کن کو تاہی، سب کیا کرایا بگاڑ دینے والا گناہ ایک مسلمان کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے جیسے کسی ملک میں ایسی غلطی کہ اس کی سزا پھانسی ہو شرک کی غلطی حقیقت میں اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ پھانسی کی سزا لانے والی غلطی صرف چند سالہ زندگی ہی کو ختم کرے گی لیکن ہمیشہ ہمیش کی زندگی کو کوئی نقصان نہیں پہونچائے گی۔ لیکن شرک سے ملنے والی سزا ہمیشہ ہمیش کی زندگی کو جہنم بنا دینے والی سزا ہے)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین خالص کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)